پاک وہند کے علمائے اہلحدیث اور اُن کی کُتب ِ فتاویٰ کا تعارف

ڈاکٹر حافظ غلام یوسف ☆

اہلحدیث مکتبِ فکر:

اہلِ حدیث مکتبِ فکر جس سے تعلق رکھنے والے افراد کو غیر مقلدین بھی کہا جاتا ہے ان کا سلسلۂ سند و تلمذ مولانا نذیر حسین دھلوی (۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء) اور مولانا شاہ محمد اسحاق (م، ۱۲۶۲ھ /۱۸۴۶ء)[۱] کے واسطے سے شاہ ولی اللہ محدث دھلوی (م ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) سے ملتا ہے[۲]۔

ہندوستان میں اس مکتبِ فکر کو زیادہ شہرت مولانا نذیر حسین دھلوی، نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۷ء) مولانا محمد حسین بٹالوی (م۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء) اور مولانا ثناء اللہ امرتسری(م ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) کی محنت و کاوشوں سے ملی ہے۔ مقالہ زیر بحث میں اکابر اہلحدیث مفتیانِ کرام اور ان کی کتبِ فتاویٰ کا مختصر تعارف پیشِ خدمت ہے۔

علمائے اہلحدیث کی کُتب فتاویٰ میں جو مسائل زیر بحث رہے اُن میں دین اسلام کے بارے میں بنیادی معلومات مثلاً عقائد وعبادات ،نکاح طلاق ،معاملات ،حلال و حرام وغیرہ کے علاوہ استعماری عہد کے حکمرانوں اور اُن کے عقائد وتعلیمات کی تردیدو ابطال، ردّ قادیانیت، تحریک نیچریت اور اِس کے عقائد و تعلیمات کے بارے میں فتاویٰ، ہندوستان کی حیثیت دارالحرب، دارالسلام وغیرہ جیسے مسائل بیان ہوئے ہیں۔

اس عنوان کے تحت علمائے اہلحدیث کی گیارہ مستقل کُتب ِفتاویٰ کاتعارف پیش کیا گیا ہے۔ یہ کُتبِ فتاویٰ انیس (۱۹) جلدوں، سات ہزار پانچ سو چونسٹھ (۷۵۶۴)صفحات اور چار ہزار نوسو اٹھتر (۴۹۷۸) فتاویٰ پر مشتمل ہیں۔ اس مقالے میں ان کتبِ فتاویٰ کو شامل نہیں کیا گیا جو پاک و ہند میں نہیں لکھی گئیں یا وہ مستقل کسی ایک مفتی یا دارالافتاء سے منسوب نہ ہوں مثلاً '' فتاویٰ علماء حدیث اور فتاوی صراط مستقیم ''[۳]۔

☆ ریسرچ ایسوسی ایٹ، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

☆ اِس مقالہ میں درج ذیل اقسام کی کُتب فتاوٰی کا تعارف پیش کیا گیا ہے:

۱- ان مفتی حضرات کی کُتب فتاوٰی کا تعارف جنھوں نے تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری کا زمانہ پایا اور فتاوٰی کی خدمات انجام دیں۔

۲- جو فتاوٰی اردو زبان میں تحریر کئے گئے۔

۳- وہ فتاوٰی جو کسی دوسری زبان میں دیے گئے لیکن اُن کے مؤلفین یا مرتبین نے ان کا اردو میں ترجمہ شائع کرنے کا اہتمام کیا۔

۴- فتاوٰی کے ایسے مجموعے جن میں عربی یا فارسی کے ساتھ اردو زبان میں بھی فتاوٰی موجود ہیں۔

۵- فتاوٰی کے وہ مجموعے جو صرف عربی یا فارسی میں تحریر کئے گئے ہیں ان کو اس مطالعے میں شامل نہیں کیا گیا۔

۶- اس مطالعے میں اُن مطبوعہ کتب فتاوٰی کو شامل کیا گیا ہے جن کو ان کے مؤلفین، مرتبین یا کسی بھی ادارہ نے کتابی شکل میں "فتاوٰی" کے نام سے شائع کرانے کا اہتمام کیا اور اُن تک میری رسائی ممکن ہو سکی۔ رہے وہ فتاوٰی جو غیر مطبوعہ ہیں، یا طبع تو ہوئے مگر دستیاب نہیں، ان کو شامل نہیں کیا گیا۔

۷- ان معروف اور مطبوعہ کتب فتاوٰی کا تعارف پیش کیا گیا ہے جن کے مؤلفین یا مرتبین نے ان کتب کو فتاوٰی کے نام سے شائع کرایا اور وہ کتب بآسانی دستیاب ہو سکیں۔ ورنہ مسائل و فتاوٰی پر مشتمل ایسی بیسیوں کتابیں فتاوٰی کے ناموں کے علاوہ دوسرے ناموں سے بھی موجود ہیں جن میں علماء و مفتیانِ کرام نے حسب ضرورت اور پیش آمدہ جدید مسائل کا شرعی حل پیش کر کے امتِ مسلمہ کی رہنمائی کا فریضہ اپنی صوابدید کے مطابق انجام دیا ہے۔

۱- مجموعہ فتاوٰی

از نواب صدیق حسن خان بن اولاد حسن (۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۲ء-۱۳۰۷ھ / ۱۸۹۰ء)

فتاوٰی کا یہ مجموعہ دو جلدوں، ایک سو چونتیس(۱۳۴) صفحات اور بیالیس(۴۲) فتاوٰی پر مشتمل ہے۔ مطبع صدیقی، لاہور سے ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۳ء میں شائع ہوا۔

نواب صدیق حسن خان کی پیدائش ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۲ء کو بانس بریلی میں ہوئی(۴)۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مفتی صدرالدین خان دہلوی سے علوم کی تکمیل کر کے سندِ فراغت حاصل کی۔

تحصیل علم کے بعد ریاست بھوپال کے ایک وزیر کی بیٹی سے عقدِ نکاح کرنے کی وجہ سے حکومت کے اہم منصب پر فائز ہوئے۔ پھر جب نواب باقی محمد خان کا انتقال ہوا تو ان کی بیوہ نواب شاہجہان بیگم "ملکہ بھوپال" نے نواب صدیق حسن سے عقدِ نکاح کرلیا اور یوں وہ ریاستِ بھوپال کے اہم ترین منصب پر فائز ہوئے(۵) اور برطانوی حکومت کی طرف سے ان کو "نواب الجاہ امیر الملک خان بہادر" کا لقب دیا گیا(۶)۔

ان کا شمار کثیر التصانیف مصنفین میں ہوتا ہے۔ علامہ عبد الحی نے ان کی تصانیف کی تعداد دوسو بائیس (۲۲۲) تحریر کی ہے(۷) ان کا شمار ہندوستان میں اہلِ حدیث مکتبِ فکر کے بانیوں میں سے ہوتا ہے۔

ان کی وفات ۱۳۰۷ھ / ۱۸۹۰ء کو بھوپال میں ہوئی(۸)۔

چند اہم خصوصیات

۱- اس مجموعہ میں مروجہ محافل میلاد، یا رسول اللہ پکارنے، انگوٹھے چومنے، یا شیخ عبد القادر جیلانی شیأ للہ کا ورد کرنا، فرض نماز کے بعد بغداد کی طرف منہ کرکے گیارہ قدم چلنا، وغیرہ کی شرعی حیثیت(۹) اس کے علاوہ رفع یدین، جماعتِ ثانیہ، جمعہ فی القریٰ کے جواز اور مسئلہ تقلید کے بارے میں(۱۰) بعض اہم تحقیقی فتاویٰ ہیں۔

۲- جناب نواب صاحب کا اندازِ افتاء محققانہ ہے اکثر جوابات مفصل ہیں۔

۳- ہر فتویٰ مدلل بآیاتِ قرآنیہ و احادیث نبویہ ہے۔

۴- مکمل حوالہ جات کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۵- اگر احادیث میں کوئی ظاہری تعارض ہو تو اس کو رفع کرنے اور ان کے درمیان تطبیق دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

۶- قرآن و سنت کے علاوہ کتبِ فقہ و فتاویٰ (ہدایہ، شامی، فتح القدیر) کے حوالے کثرت سے ملتے ہیں۔

۲- پاک و ہند کے علماء اسلام کا اوّلین متفقہ فتویٰ

"مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیرو کار دائرہ اسلام سے خارج ہیں" مرتب: مولانا محمد حسین بٹالوی (۱۲۵۶ / ۱۸۴۰ء-۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء)۔

ایک سو اٹھاسی (۱۸۸) صفحات پر مشتمل یہ متفقہ فتویٰ کتابی شکل میں ہے جو کہ ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۸ء کے دوران جاری کیا گیا اس فتویٰ کو مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرتب کیا۔ یہ فتویٰ ۱۸۹۱ء- ۱۹۰۶ء کے دوران کئی دفعہ شائع ہوا۔ اس وقت زیر مطالعہ اس کا جدید ایڈیشن ہے جو کہ ۱۹۸۶ء میں دارالدعوۃ السلفیۃ، لاہور سے شائع کیا گیا۔

محمد حسین بن رحیم بخش بٹالوی ۱۲۵۶ھ /۱۸۴۰ء کو دہلی میں پیدا ہوئے(۱۱)۔ محمد حسین بٹالوی صاحب نے دہلی، علی گڑھ اور لکھنو میں ابتدائی تعلیم حاصل کی تفسیر اور حدیث مولانا نذیر حسین دھلوی سے پڑھی۔ بڑے مناظر اور مبلغ تھے شروع شروع میں غلام احمد قادیانی کے ہمنوا تھے لیکن بہت جلد ہی ان پر مرزا کی حقیقت منکشف ہو گئی تو انہوں نے مرزا سے اعلان براءت کر دیا اور پھر مرزا سے متعلق ایک مفصل استفتاء مرتب کر کے پاک و ہند کے تقریبًا دو سو(۲۰۰) مختلف مکاتبِ فکر کے جید علماء سے فتویٰ حاصل کر کے شائع کرایا۔ ان کا شمار اہلِ حدیث مکتبِ فکر کے بڑے علماء میں ہوتا ہے۔ مولانا بٹالوی کی وفات ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء کو ہوئی(۱۲)۔

مولانا بٹالوی کی اہم خدمت

ان کی اہم ترین علمی خدمت مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف تمام علمائے پاک وھند کے اوّلین تکفیری فتویٰ کی ترتیب واشاعت ہے۔ مولانا بٹالوی شروع میں مرزا غلام احمد قادیانی کے پرجوش حامی تھے کیونکہ وہ مرزا غلام احمد کے بچپن کے دوست اور ہم سبق تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے کثیر الاشاعت رسالہ ''اشاعۃ السنۃ'' میں مرزا کے حق میں وہ بے پناہ پروپیگنڈا کیا تھا کہ تھوڑے ہی دنوں میں مرزا کو زمین سے اٹھا کر آسمان پر پہنچادیا(۱۳)۔

مولانا ابوالحسن ندوی مولانا بٹالوی کے بارے میں لکھتے ہیں:-

> ''معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے بہت سے علمی و دینی حلقوں میں اس کتاب ''براہین احمدیہ'' مؤلفہ مرزاغلام احمد قادیانی کا پرجوش استقبال کیا گیا۔ اس کتاب کے خاص معرفین اور پرجوش تائید کرنے والوں میں مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کوخاص اہمیت حاصل ہے انہوں نے اپنے رسالہ ''اشاعۃ السنۃ'' میں اس پر ایک طویل تبصرہ یا تقریر لکھی، جو رسالہ کے چھ نمبروں میں شائع ہوئی ہے اس میں کتاب کو بڑے شاندار الفاظ میں سراہا گیا ہے اوراس کو عصر حاضر کا ایک علمی کارنامہ اور تصنیفی شاہکار قرار دیا گیا ہے اس کے کچھ عرصہ

بعد ہی مولانا، مرزا کے دعاوی اور الہامات سے کھٹک گئے اور بالآخر وہ ان کے بڑے حریف اور مدمقابل بن گئے"(۱۴)۔

مولانا بٹالوی نے مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر پر جو فتویٰ مرتب کیا اس پر مختلف مکاتب فکر کے جید علمائے کرام کے دستخط ثبت کروائے۔ انہوں نے اس کے مریدین اور جو مرید تو نہیں مگر اسے مسلمان سمجھتے ہیں ان کے کفر سے متعلق بھی فتویٰ مرتب کیا(۱۵)۔

مولانا نذیر حسین دھلوی مرزا قادیانی کے خلاف اپنا فتویٰ ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں:

"ان عقائد و مقالات اور اس طریق عملی میں مرزا غلام احمد قادیانی پابندی اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت سے خارج ہے کیونکہ یہ عقائد و مقالات و طریق عملی اسلامی و سنی نہیں بلکہ ازاں جملے بعض عقائد مقالات یونانی فلسفہ کے ہیں، بعض ہندوؤں کے، بعض نیچریوں کے بعض نصاریٰ کے بعض اہل بدعت و ضلالت کے اور اس کا طریق عملی ملحدین باطنیہ و غیرہ اہل ضلال کا طریق ہے۔ اور اس کے دعوائے نبوت اور اشاعت اکاذیب اور اس ملحدانہ طریق کی نظر سے یقیناً اس کو ان تیس دجالوں میں سے جن کی خبر حدیث میں وارد ہوئی ہے ایک دجال کہہ سکتے ہیں۔ اور اس کے پیروان وہم مشرب کو ذریات دجال، یہ لوگ دجال نہ ہو ں تو پھر احادیث نبویہ کا جن میں تیس دجالوں کذابوں کی خبر دی گئی ہے کوئی مصداق نہیں ہو سکتا"(۱۶)۔

اختتامی جملے درج ذیل ہیں:-

"کتاب و سنت و اقوال علماء امت اس فتویٰ کی صحت پر شاھد ہیں اب مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے دجال کذاب سے احتراز کریں اور اس سے وہ دینی معاملات نہ کریں جو اہل اسلام میں باہم ہونے چاہیئں نہ اس کی صحبت اختیار کریں اور نہ اس کو ابتدأء سلام کریں اور نہ اس کو دعوت مسنون میں بلاویں اور نہ اس کی دعوت قبول کریں اور نہ اس کے پیچھے اقتدا کر یں اورنہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں اگر انہی اعتقادات و اقوال پر یہ رحلت کرے"(۱۷)۔

مفتی کفایت اللہ لکھتے ہیں:

"ان عقائد کا معتقد کافر ہے مرزا قادیانی اصول اسلامی کا منکر ہے اور مُلحد اس کی امامت

بیعت اور محبت بالکل ناجائز ہے کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد و اقوال حد کفر تک پہنچ گئے ہیں اس لیے اس کے کفر میں کوئی شک نہیں"[۱۸]۔

مفتی محمد عبدالرحمٰن رقمطراز ہیں:-

"جو شخص مرزا غلام احمد کے اقوال پر مطلع ہو کر اس کو کافر نہ جانے وہ بھی کافر مرتد ہے بلکہ جو شخص اس کے کافر ہونے میں شک و تردد کرے وہ بھی کافر اور مستحق عذاب عظیم ہے۔ مَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِہٖ وَ عَذَابِہٖ فَقَدْ کَفَرَ "[۱۹]۔

۳- فتاویٰ نذیریہ

از نذیر حسین بن جواد علی دہلوی (۱۲۲۰ھ / ۱۸۰۵ء - ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء)

فتاویٰ کا یہ مجموعہ تین جلدوں، ایک ہزار نو سو پینتیس (۱۹۳۵) صفحات اور نوسو تینتالیس (۹۴۳) فتاویٰ پر مشتمل ہے ۔

یہ مجموعہ مولانا نذیر حسین دہلوی کے شاگردوں جناب محمد شمس الحق عظیم آبادی، محمد عبدالرحمٰن مبارک پوری کی کوششوں اور مولانا محمد شمس الدین دہلوی کی نظر ثانی، مختصر تعلیقات کے ساتھ پہلی دفعہ ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء میں دہلی سے شائع کیا گیا[۲۰]۔ اس کے بعد اہلِ حدیث اکادمی (لاہور) نے مولانا محمد عطاء اللہ اور مولانا محمد اسماعیل کے تعاون سے اس مجموعہ کی بعض عربی و فارسی عبارات کا اردو میں ترجمہ کرا کے ۱۹۷۱ء میں دوسری دفعہ شائع کرایا[۲۱] اور پھر تیسری دفعہ اس مجموعہ کی اشاعت نظرثالث اور تصحیح اغلاط کے ساتھ مسجد اہلِ حدیث اجمیر گیٹ دہلی سے ۱۹۸۸ء میں ہوئی[۲۲]۔ اس وقت یہی ایڈیشن زیر مطالعہ ہے۔

اس مجموعہ میں مولانا نذیر حسین دہلوی کے علاوہ چار سو ستائیس (۴۲۷) دیگر مفتیوں کے فتاویٰ بھی شامل ہیں چونکہ یہ مجموعہ نذیر حسین دہلوی کے نام سے منسوب ہے۔ مختصراً ان کے حالات زندگی تحریر کئے جاتے ہیں ۔

مولانا نذیر حسین کی پیدائش ۱۲۲۰ھ / ۱۸۰۵ء میں صوبہ بہار کے ضلع مونگیر سورج گڑھ میں ہوئی[۲۳] ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کرنے کے بعد عظیم آباد، الہٰ آباد اور پٹنہ کی معروف دینی درسگاہوں میں تعلیم حاصل کی پھر دہلی میں شاہ عبدالعزیز دہلوی کے نواسے شاہ محمد اسحٰق کے حلقہ درس میں داخل ہو کر تفسیر، حدیث اور دیگر علوم و فنون کی تکمیل کی[۲۴]۔ تحصیل علم کے بعد شاہ اسحٰق

ہی کے مدرسہ میں درس و تدریس سے وابستہ ہوگئے۔ جب شاہ محمد اسحاقؒ ہجرت کرکے مکہ مکرمہ چلے گئے تو دہلی میں ان کے جانشین مقرر ہوئے(۲۵)۔

مسئلہ جہاد اور نذیر حسین دہلوی

ہندوستان کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی حکومت جب ۱۸۵۷ء میں مکمل طور پر ختم ہوگئی اس وقت ہندوستان کے تمام مکاتب فکر کے سرکردہ علماء نے انگریزوں کے خلاف جہادکا فتویٰ دیا۔ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو انگریزوں کے خلاف جہاد کا آغاز ہوا اگرچہ شروع میں مسلمانوں کو کچھ کامیابی ہوئی لیکن انگریز چونکہ پوری حربی صلاحیت سے لیس تھے اور ان کے پاس انتہائی منظم اور تربیت یافتہ فوج تھی جبکہ مسلمانوں کی تحریکِ جہاد وسائل کی عدم دستیابی اور تنظیم و تدبیر کی کمی کی وجہ سے اس وقت کامیاب نہ ہوسکی اور انگریزوں نے اس تحریک جہاد کو مکمل طور پر کچل دیا، ہزاروں علماء اور مسلمان قائدین کو پھانسی دے دی یا کالے پانی وغیرہ میں زندگی بھر کے لئے قید کردیا۔

اس وقت میاں صاحب نے انگریزوں کے خلاف شائع ہونے والے فتویٰ پر دستخط نہیں کئے۔ اس فتویٰ پر دستخط نہ کرنے کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے جناب خالد صاحب فتاویٰ نذیریہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

> ” ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو جنگ آزادی شروع ہوئی اور ۱۸۵۷ء میں جہاد کا فتویٰ شائع ہوا، دہلی کے بعض مقتدر اور بیشتر معمولی ناعاقبت اندیش مولویوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دے دیا۔ لیکن میاں صاحب نے نہ اس پر دستخط کیا اور نہ ہی مہر لگائی--- میاں صاحب نے حالات کا اندازہ فرما کر از راہ نصیحت انہیں سمجھایا کہ حالات اس قدر ناسازگار ہیں کہ انگریزوں کی گرفت مضبوط ہو چکی ہے اور ان کے مقابل مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ انگریزوں سے لڑائی لڑنا اپنے آپ کو ہلاکت اور تباہی و بربادی کے منہ میں ڈالنا ہے۔ لہذا آپ نے اس فتویٰ پر نہ تو دستخط کیا اور نہ مہر لگائی“(۲۶)۔

جناب خالد صاحب مزید لکھتے ہیں: ”درحقیقت میاں صاحب نے اِس دور پرآشوب میں اُسوۂ حسنہ پرعمل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ پر مکی دورمیں بڑے بڑے مصائب اور شدائد آئے ،کفار کی طرف سے مخالفت پورے زورو شور سے ہورہی تھی ۔آپ ؐ پر اور صحابہ کرام پر زبردست ظلم وستم توڑے جارہے تھے ۔اِن حالات میں اللہ تعالیٰ نے صادق الایمان لوگوں کو کفار مکہ سے جہاد کرنے کے بجائے عزم وہمت اور استقامت پیدا کرنے کے احکام نازل فرمائے اور بعض مکی

صورتوں میں ہجرت کرجانے کا حکم فرمایا۔ کیا مکی دور میں کفار سے جہاد نہ کرنے کا حکم ،کفار سے وفاداری اور اُن سے ہمدردی کی بناپر تھا ؟ کیا کوئی مسلمان اِس بات کوتسلیم کرنے کوتیار ہے ؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ بات یہ تھی کہ کفارِ مکہ سے جہاد کرنے کے ذرائع و اسباب مسلمانوں کے پاس بالکل مفقود تھے اِس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد کا حکم نہیں آیا۔

چونکہ ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں مسلمانوں کی بدنظمی کی وجہ سے یہی کیفیت تھی اِس لئے میاں صاحبؒ نے انگریزوں کی خلاف جہاد کرنے کے فتویٰ پر دستخط نہیں فرمائے۔ اِس سے یہ لازم نہیں آتا کہ میاں صاحبؒ انگریزی حکومت کے ہمدرد و فادار تھے"[۲۷]۔

شمس العلماء کاخطاب

حکومت برطانیہ کی جانب سے ۲۲ جون ۱۸۹۷ء / محرم ۱۳۱۵ھ کو میاں صاحب کوشمس العلماء کاسرکاری خطاب ملا[۲۸] جوکہ اس دور میں ایک بہت بڑا مذہبی اعزاز تھا اور انگریز سرکار کے ساتھ اچھے مراسم کی علامت سمجھا جاتا تھا[۲۹]۔ میاں نذیرحسین دہلوی کا شمار ہندوستان میں اہلحدیث مکتب فکر کے اکابر اور بانیوں میں ہوتاہے۔ میاں صاحب کی وفات ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء کو ایک سوسال کی عمر میں دہلی میں ہوئی[۳۰]۔

مجموعہ فتاویٰ کی خصوصیات

۱- اس مجموعہ میں عقائد، تقلید و اجتہاد، سنّت و بدعت، طہارۃ و صلوٰۃ، زکوٰۃ، نکاح و طلاق، اُضحیہ ، حدود و تعزیر، حظرواباحت، صید و ذبائح، صوم، حج اور بیوع و غیرہ تقریباً اٹھاون مختلف عنوانات کے متعلق فتاویٰ موجود ہیں۔

۲- اس مجموعہ کی اہم خصوصیت جو اس کو دوسرے فتاویٰ کے مجموعوں سے ممتاز کرتی ہے اس میں چار سو اٹھائیس مختلف مکاتب فکر (دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث) کے مفتیوں کے فتاویٰ کی موجودگی ہے [۳۱] ان میں سے اکثر فتاویٰ پر میاں نذیرحسین دہلوی کے تصدیقی دستخط بھی موجود ہیں۔

۳- فتاویٰ کی عمومی زبان اگرچہ اردو ہے لیکن جابجا فارسی عبارات بھی بکثرت موجود ہیں اسی طرح بعض سوال اور جواب مکمل فارسی میں ہیں۔

۴- اس مجموعہ میں حوالہ جات زیادہ تر مجمل ہیں صرف متعلقہ کتاب کا نام لکھنے پر اکتفاکیا گیا ہے۔

۵- قرآنی آیات اور احادیث کا حوالہ دیتے وقت صرف اتنا لکھا گیا ہے کہ آیت شریفہ یا حدیث میں ہے اور پھر عربی عبارت نقل کردی گئی[۳۲] البتہ اقتباسات نقل کرتے وقت اختصار کے

بجائے تفصیل کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔

۶- ایسے فتاویٰ بھی بکثرت ہیں جہاں ایک سے زائد مفتیوں کے تصدیقی دستخط موجود ہیں جبکہ بعض فتاویٰ پر دس سے زائد مفتیوں کے تصدیقی دستخط موجود ہیں(۴۳) اور مسئلہ تقلید کے بارے میں دیئے گئے فتویٰ پر پینتالیس(۴۵) مفتیوں کے تصدیقی دستخط موجود ہیں(۴۴)۔

۷- اگرچہ عرض ناشر کے عنوان کے ضمن میں دعویٰ تو یہ کیا گیا ہے کہ اس مجموعہ میں شامل عربی و فارسی آمدہ عبارات کا اردو میں ترجمہ کردیا گیا ہے تاکہ اردو دان طبقہ بھی اس سے مستفید ہوسکے(۳۵) لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ جابجا کئی کئی صفحات پر مشتمل عربی و فارسی عبارات جوں کی توں موجود ہیں(۳۶) البتہ مختصر عبارات کا ترجمہ کیا گیا ہے اور کہیں کہیں تفصیلی عربی و فارسی عبارات کا خلاصہ کیا گیا ہے(۳۷)۔

۸- ہر فتویٰ کے آخر میں مفتیوں کے نام لکھے ہیں جس سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ یہ فتویٰ کس مفتی یا مفتیوں نے دیا۔

۹- اِن کے فتاویٰ کو دیکھ کر ان کی وسعت نظر و مطالعہ کا اندازہ ہوتا ہے کہ اکثر فتاویٰ میں قرآن وسنت، کُتبِ تفاسیر، شروحاتِ حدیث اور احناف کی کتب تفاسیر و شروحاتِ حدیث(۳۸) کے علاوہ احناف کی کتب فقہ و فتاویٰ کے حوالے دیتے ہیں اور بطور دلیل عربی عبارات نقل کرتے ہیں۔

☆ مثلاً سماع موتی کے متعلق پوچھے گئے سوال و جواب ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں ''بایددانست درکتبِ فقہ حنفی مانند کنزالدقائق، و شرح وقایہ و ہدایہ و عنایہ، وکفایہ، وبنا یہ حواشی ھدایہ، و مستخلص و عینی شرح کنز، ودرمختار وغیرہ''(۳۹)۔

☆ اسی طرح نماز ظہر کے وقت کے متعلق فتویٰ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ'' باید دانست کہ اہل متون مثل صاحب قدوری، ومختصر و قایہ، و شرح وقایہ، و صاحب کنز وغیرہ''(۴۰)۔

☆ اگر کوئی عورت ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرلے تو اس طرح کے نکاح کے عدم جواز کا فتویٰ دیتے ہوئے لکھتے ہیں ''وکذافی البحرالرائق اور درمختار، اور کنایہ اور فتاویٰ کا فوری، تعلیق الانوار، طحاوی، و فتاویٰ عالمگیری، و ابوالمکارم، شرح الیاس، و مجمع البحرین و ملتقی الابحر، اور فتح القدیر، و موطا امام محمد میں اسی کو اختیار کیا ہے اور جو فقہاء نے لکھا ہے کہ عجم نے اپنے نسب ضائع کردیئے ہیں سو اس کا جواب حاشیہ ھدایہ اور زیلعی اور شامی میں لکھا ہے''(۴۱)۔

☆ بعض دفعہ فقہ حنفی کی بالکل ابتدائی کتاب ''مالابدمنہ'' تک کے حوالے بھی ملتے ہیں(۴۲) جبکہ فتاویٰ عالمگیری اور شامی و درمختار کے حوالے تو بکثرت دیکھے جاسکتے ہیں۔

۴- فتاویٰ مولانا شمس الحق عظیم آبادی

از شمس الحق بن امیر علی (۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء-۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء)

فتاویٰ کا یہ مجموعہ ایک جلد، چار سو چھیاسٹھ صفحات (۴۶۶) اور پچاس(۵۰) فتاویٰ پر مشتمل ہے ان فتوؤں کی جمع و ترتیب کا کام جناب محمد عزیر نے انجام دیا اور علمی اکیڈمی کراچی سے شائع ہوا، سن اشاعت درج نہیں ہے۔

شمس الحق بن امیر علی ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء میں عظیم آباد میں پیدا ہوئے[۴۳]۔ ابتدائی کُتب مولانا عبدالحکیم شیخوپوری اور مولانا لطف العلی بہاری سے پڑھیں اور بعض کتابیں شیخ فضل اللہ لکھنوی سے بھی پڑھیں۔ علوم کی تکمیل اور سندِ حدیث مولانا نذیر حسین دہلوی سے حاصل کی، فراغت کے بعد بھی طویل عرصہ تک مولانا نذیر حسین دہلوی کے پاس رہ کر تربیت حاصل کی۔ اس کے بعد اپنے شہر "عظیم آباد" واپس آگئے جہاں تا حیات درس وتدریس، وعظ و تبلیغ اور افتاء کی خدمات انجام دیتے رہے۔ ان کی تصانیف کی تعداد پچیس ہے۔

عظیم آبادی صاحب کی شخصیت کے بارے میں جناب محمد عزیر لکھتے ہیں:

"مولانا شمس الحق عظیم آبادی کا شمار عصر حاضر کے مشہور محدثین میں ہوتا ہے انہوں نے علم حدیث کی جو خدمت کی ہے اس سے ہندو بیرون ہند کے تمام علماء و محققین واقف ہیں۔ مولانا نے اپنی اس طالب علمی کے دور میں اور اس کے بعد وفات تک بہت فتویٰ لکھے، افسوس کہ ان سب کی نقول محفوظ نہ رکھی جاسکیں ورنہ کئی ضخیم جلدیں تیار ہوجاتیں[۴۴]"۔

مولانا عظیم آبادی کی وفات ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء میں ہوئی[۴۵]۔

چند اہم خصوصیات

۱- اس مجموعہ کو مضامین کے لحاظ سے مرتب کرنے کے بجائے مآخذ کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے اس کی ترتیب کچھ یوں ہے:-

☆ پہلے ان فتاویٰ کو رکھا گیا ہے جو قلمی مسودات کی صورت میں تھے۔

☆ پھر وہ فتاویٰ شامل کئے گئے جو فتاویٰ نذیریہ میں ہیں۔

☆ اور آخر میں عظیم آبادی کی ان متفرق تحریروں کو رکھا گیا ہے جو کہ الگ فتاویٰ کی صورت میں

شائع ہوئی تھیں ۔

☆ اس کے بعد پانچ فارسی اور تین عربی فتووں کا اردو میں ترجمہ ہے۔

۲- اس میں شامل فتاویٰ کی تعداد اگرچہ کم ہے لیکن اپنے حجم اور تفصیل و تحقیق کے لحاظ سے فتاویٰ کا یہ تحقیقی مجموعہ ہے اور خاص طور پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ کوئی بات بلا سند نہیں کہی گئی ہے اور نہ کوئی قول کسی کی طرف بغیر حوالے کے منسوب کیا گیا ہے۔

۳- ہر فن کی مستند کتب سے دلائل نقل کئے گئے ہیں تخریج حدیث میں نصب الرایہ، تلخیص الحبیر کے حوالے جابجا ملتے ہیں، شروحاتِ حدیث میں فتح الباری، شرح نووی، شرح السنۃ، معالم السنن، مرقاۃ، نیل الاوطار سے استفادہ کیا گیا ہے جب کہ رجال کے سلسلے میں تہذیب التہذیب، لسان المیزان کے حوالے دیئے گئے ہیں۔

۴- اس کے علاوہ احناف، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کی معروف کتب فقہ و فتاویٰ کے حوالے بکثرت موجود ہیں۔

۵- انداز افتاء انتہائی سہل ہے، استفتاء نقل کرنے کے بعد سب سے پہلے فتویٰ کا خلاصہ ذکر کردیتے ہیں اور پھر قرآن و حدیث سے دلائل پیش کرتے ہیں اور اس کے بعد دیگر کتب سے حوالے دیتے ہیں اور فتویٰ کے آخر میں ایک بار پھر دلائل سے اخذ شدہ فتویٰ کا خلاصہ تحریر کر دیتے ہیں۔

۶- اگر کوئی فروعی اختلافی مسئلہ پوچھا گیا ہوتو احادیث کا حوالہ دیتے وقت سندِ حدیث پر بھی کلام کرتے ہیں اور اس کے ساتھ متن حدیث کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ صحیح ہے یا ضعیف ہے وغیرہ۔

۷- اگر عقائد سے متعلق کوئی سوال پوچھا گیا ہو تو دلائل کی ترتیب کچھ اس طرح ہوتی ہے کہ سب سے پہلے قرآنی آیات، پھر احادیث اور اس کے بعد دیگر کتب متداولہ سے دلائل نقل کرتے ہیں۔

۸- قرآن و حدیث کے علاوہ اپنے فتویٰ کی تائید میں دیگر فقہاء کی کُتب کے ساتھ ساتھ احناف کی کتابوں مثلاً ھدایہ، فتح القدیر شرح ھدایہ، شرح و قایہ، بحرالرائق اور رد المحتار وغیرہ کے حوالے بکثرت نقل کرتے ہیں۔ اور مشہور حنفی شارح حدیث ملاّ علی قاری کی تصنیف "مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح"، اورمعروف حنفی مفسر علامہ آلوسی کی تفسیر روح المعانی کے حوالے بھی بکثرت دیتے ہیں۔

۹- کئی مقامات پر ترجمہ کئے بغیر عربی عبارات کے طویل اقتباسات نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

۱۰- چونکہ مولانا عدم تقلید کے قائل ہیں اس لیے فروعی فقہی مسائل میں اکثر احناف کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں اور فتویٰ دیتے وقت احناف کے موقف کی تردید کرتے ہیں مثلاً ایک مجلس میں تین طلاقیں، جمعہ فی القریٰ، آمین بالجھر، رفع یدین اور قرآت خلف الامام وغیرہ مسائل میں اس طرح کی مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

۱۱- عقائد سے متعلق مسائل کے بارے میں واضح اور دو ٹوک موقف اپناتے ہوئے تمام مروجہ رسومات مثلاً تیجہ، چہلم، گیارہویں، میلاد میں قیام، نذرلغیر اللہ، قبروں پر پھول چڑھانا، غلاف و چادریں وغیرہ چڑھانے کو بدعات و ضلالت اور قرآن و سنت کے منافی قرار دیا ہے۔

۱۲- تقریباً ہر مسئلہ کے بارے میں تحقیق کا ایک ہی اسلوب نظر آتا ہے اور کہیں بھی سرسری جواب پر اکتفاء نہیں کیا گیا، یوں تو ان کے تمام فتاویٰ میں انکی محدثانہ اور مجتہدانہ بصیرت کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے لیکن پھر بھی بطور خاص چند فتاویٰ کی نشاندہی کی جاتی ہے جن میں ہر فتویٰ ایک مفصل و مدلل تحقیقی مقالہ کی حیثیت رکھتا ہے[۴۶]۔

☆ مثلاً طلاق ثلاثہ فی مجلس واحد کی تحقیق
☆ نماز عیدین کے بعد مصافحہ و معانقہ کی شرعی حیثیت
☆ جامع مسجد میں جماعت ثانیہ کا حکم
☆ فتویٰ در ردّ تعزیہ داری
☆ گاؤں میں نماز جمعہ کا ثبوت
☆ آمین بالجھر کی تحقیق
☆ تعلیم نسواں کا شرعی حکم
☆ جانوروں کو خصّی کرنے کے مسئلے پر تحقیقی بحث
☆ عقیقہ کے احکام و مسائل
☆ میت کی پیشانی پر بسم اللہ وغیرہ لکھنے کی شرعی حیثیت ۔

۵- فتاوئے علماء کرام دربارہ تقرر امام
(امام کی تقرری کے بارے میں فتاویٰ)

فتاویٰ کا یہ مجموعہ چورانوے(۹۴) صفحات پر مشتمل ہے اس میں ایک ہی مسئلہ سے متعلق کئی فتاویٰ

ہیں۔ یہ فتاویٰ ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۸ء-۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۴ء کے دوران تحریر کئے گئے۔ اس مجموعہ کو ابو الصمصام محمد عبد الرحمٰن جھنگوی نے ترتیب دیکر آرمی پریس دہلی سے ۱۹۲۴ء میں شائع کیا۔

چورانوے (۹۴) صفحات پر مشتمل اس مجموعہ میں دراصل دومناظروں کی تفصیلی روداد ہے ایک جانب اہلِ حدیث مکتبِ فکر کے علماء ہیں اور دوسری طرف علماء احناف ہیں۔ علمائے اہل حدیث کی قیادت مولانا عبدالوہاب صاحب کر رہے ہیں اور احناف کی جانب سے مولوی محمد جونا گڑھی مناظر مقرر ہوئے۔

علماء اہلِ حدیث کادعویٰ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی روشنی میں ہر زمانہ اور ہر شہر میں ایک ایسے امام کا ہونا ضروری ہے جو کہ عالم باللہ اور ماہر کتاب و سنت ہو جو تمام مسلمانوں کو قانونِ الٰہی کے مطابق تعلیم دے اور فی زمانہ ایسے امام کا ہونا فرضیات دین میں سے ہے۔ کیونکہ اس دور میں جتنی فرقہ بندیا ں، تعصبِ مذہبی اور خود رائیاں پھیلی ہوئی ہیں ان کا واحد سبب ”مذکورہ اوصاف کے حامل“ امام کانہ ہونا ہے۔ اس دعوی اور مناظرۂ چیلنج کے آخر میں ۸۳ علمائے الحدیث کے توثیقی دستخط بھی موجود ہیں۔ چنانچہ مناظرہ کا چیلنج دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”سنو! چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں اور وقوع قیامت میں زمانہ دراز ہے اس لیے آپ نے فرمایا میری اُمت امیر اور مامور بن کر رہے یعنی ہر زمانہ و ہر شہر میں ایک شخص عالم باللہ ماہر کتاب و سنت المعروف بہ امام کا ہونا چاہیے جو وہ تمام لوگوں کی قانون رحمانی کے مطابق تعلیم اور درس و تدریس دے--- ہمارے ناظرین پر یہ امر غالباً مخفی نہ ہوگا کہ مولانا عبد الوھاب دہلوی کو اہلِ حدیث کی ایک جماعت اپنا امام مانتی ہے جوکہ اجتماعی زندگی اور جماعت کے تبلیغی اغراض و مقاصد کے لئے نہایت مفید اور کارآمد ہونگے“۔

ان حضرات نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے بہت سے دلائل عقلیہ و نقلیہ اور حدیث ”مَنْ مَاتَ وَ لَیْسَ فِیْ عُنُقِهٖ بِیَعَةٌ مَاتَ مِیْتَةَ الْجَاهِلِیَّةِ“ کے علاوہ مزید چھ احادیث بھی پیش کیں(۴۷)۔

فریق ثانی جس کی قیادت مولانا محمد کر رہے ہیں ان کا موقف یہ ہے کہ امامت و امارت تا قیامت قریش میں رہے گی جیساکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے واضح ہے۔ اور مولوی عبدالوہاب دہلوی کسی بھی حیثیت سے امامت کے منصب کے اہل نہیں اور نہ ہی ان میں

منصب امامت کی اہلیت کے لئے کوئی شرعی شہادت موجود ہے۔ ان حضرات نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں مندرجہ ذیل تین احادیث کے علاوہ بہت سے دلائل عقلیہ و نقلیہ سے استدلال کیا ہے۔

۱- اَلْاَئِمَّۃُ مِنَ الْقُرَیْشِ

۲- اَلْخِلَافَۃُ فِیْ قُرَیْشٍ وَالْاَذَانُ فِی الْحَبَشَۃِ

۳- لَایَزَالُ ھٰذَا الْاَمْرُ فِیْ قُرَیْشٍ مَا بَقِیَ مِنْھُمْ اِثْنَیْنِ "(۴۸)۔

۶- فتاویٰ ثنائیہ

(ابو الوفاء ثناء اللہ بن محمد خضر جو، امرتسری ۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء-۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء)

فتاویٰ کا یہ مجموعہ دو جلدوں، ایک ہزار چھ سو چودہ (۱۶۱۴) صفحات اور ایک ہزار چار سو تیرانوے (۱۴۹۳) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ ان فتووں کی جمع وترتیب اور تبویب کا کام محمد داؤد راز نے انجام دیا۔ مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی نے حواشی و تعلیقات کا اضافہ کیا، مکتبہ ثنائیہ النور اکیڈمی سرگودھا سے شائع کیا گیا سن طباعت ندارد۔

ابو الوفاء ثناء اللہ بن محمد خضر جو، کشمیری امرتسری کی پیدائش (۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء) امرتسر میں ہوئی(۴۹)۔ ابتدائی تعلیم وزیر آباد میں حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے جہاں معقولات و منقولات کی کتابیں پڑھیں اس کے بعد دورہ حدیث کی تکمیل مدرسہ فیضِ عام کانپور سے ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۳ء میں کی(۵۰)۔

مولانا ثناء اللہ اپنی تعلیم و تربیت کے بارے میں ان الفاظ میں وضاحت کرتے ہیں "پنجاب میں مولانا حافظ عبد المنان صاحب مرحوم (اہلِ حدیث مشرب) میرے شیخ الحدیث تھے۔ دیوبند میں مولانا محمود الحسن اور کانپور میں مولانا احمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین استاذ العلوم و الحدیث میرے شیخ الحدیث تھے۔ اس لئے میں نے حدیث کے تین استاذوں سے جو طرز تعلیم سیکھا وہ بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہے"(۵۱)۔

تحصیل علم کے بعد "مدرسہ تائید الاسلام" امرتسر میں درس و تدریس اور افتاء کے شعبہ سے وابستہ ہوگئے(۵۲) ان کی تحریروں سے مناظرانہ انداز ظاہر ہوتا ہے اور اس میدان میں انہوں نے کافی شہرت حاصل کی تھی۔ ان کے حالات زندگی پر لکھی گئی کتابوں میں ان کے بہت سے مناظروں کا تذکرہ

ملتا ہے(۵۳)۔

مولانا ابو مسعود قمر بناری لکھتے ہیں:-

''حضرت مولانا امرتسری مرحوم فی الواقع اس صدی کے مجدد تھے آپ کی علمی خدمات اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کا کوئی ثانی نہیں۔ آریہ سماج کی طرف سب سے پہلے مولانا نے ہی توجہ فرمائی اور ''ستیا پرکاش'' کے چودھویں باب کا جواب ''حق پرکاش'' کے نام سے شائع فرمایا۔ جو بھی اسلام اور مذہب اہل حدیث کے مقابلہ پر آیا سب سے پہلے اس کی مدافعت کرنے والے حضرت مولانا مرحوم ہی تھے۔ مرزائی ہوں یا اہلِ قرآن، شیعہ ہو ں یا بہائی، بریلوی ہوں یا دیوبندی ہر ایک کا کامیاب مقابلہ کیا''(۵۴)۔

مرزا غلام احمد قادیانی سے ان کے کئی مناظرے ہوئے، ایک مناظرے کے دوران مرزا نے ان کو چیلنج کیا تھا کہ ہم دونوں میں سے جو بھی جھوٹا ہو وہ جلدی مر جائے گا اور وہ ہیضہ و طاعون کے عارضہ میں مبتلاء ہو کر ہلاک ہو گا۔ چنانچہ مرزا خود ہی اپنی پیشنگوئی کے مطابق ہیضہ اور طاعون کے عارضہ میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوا۔ جبکہ مولانا امرتسری مرزا کی ہلاکت کے بعد تقریباً چالیس سال تک زندہ رہے(۵۵)۔

سید سلیمان ندوی مولانا امرتسری کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مولانا ہندوستان کے مشاہیر علماء میں سے تھے، فن مناظرہ کے امام تھے، خوش بیان مقرر تھے، متعدد تصانیف کے مصنف تھے، مذہباً اہلِ حدیث تھے اور اخبار اہلِ حدیث کے ایڈیٹر تھے۔ قومی سیاسیات کی مجلسوں میں کبھی کبھی شریک ہوتے تھے''(۵۶)۔

تقسیم ہند کے بعد پاکستان ہجرت کر کے آگئے اور سرگودھا میں سکونت اختیار کر لی۔ ان کی وفات (۱۹۴۸ء) سرگودھا میں ہوئی(۵۷)۔

چند اہم خصوصیات:

۱- اس مجموعہ میں عقائد، صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج، جنائز، نکاح و طلاق، اور بیوع سے متعلق فتاویٰ موجود ہیں۔

۲- جبکہ طہارۃ، سنت و بدعت، حلال و حرام، لباس، اکل وشرب، احکامِ مساجد، قضاء و افتاء، قصاص و دیت، جہاد، صید و ذبائح، علاقائی اور جدید مسائل کے متعلق کوئی خاص رہنمائی نہیں ملتی۔ البتہ

کسی دوسرے مسئلہ کو بیان کرتے وقت بعض دفعہ ضمناً کوئی مسئلہ ذکر کر دیں تو الگ بات ہے ورنہ مستقلاً مذکورہ بالا عنوانات سے متعلق کوئی قابل ذکر فتاویٰ نہیں ملتے۔

۳- اس مجموعہ میں شامل جو مفصّل و مدلّل فتاویٰ ہیں وہ زیادہ تر دیگر علمائے اہل حدیث اور علمائے دیوبند کے ہیں جو اس مجموعہ میں شامل کئے گئے ہیں اس طرح کے تقریباً ستائیس مفتیوں کے فتاویٰ اس مجموعہ میں بکثرت ملتے ہیں۔

۴- سب سے زیادہ تشریحی فتاویٰ جناب ابوسعید شرف الدین دہلوی کے فتاویٰ ''شرفیہ'' کے عنوان سے مذکور ہیں(۵۸)۔ ورنہ خود مفتی صاحب کے اکثر و بیشتر فتاویٰ انتہائی مختصر ہیں۔ اس مجموعہ کی ضخامت کا سبب دیگر مفتیوں کے سینکڑوں فتاویٰ ہیں جو کہ اس مجموعہ میں شامل کئے گئے ہیں۔

۵- جناب مفتی ثناء اللہ کا فتویٰ دینے کا انداز اکثر و بیشتر انتہائی مختصر ہے جہاں صرف صورت مسئلہ کو بیان کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے دلائل وغیرہ بالکل نقل نہیں کئے گئے۔

۶- البتہ بعض فروعی مسائل مثلاً نماز، نکاح و طلاق وغیرہ سے متعلق وہ مسائل جو احناف اور اہل حدیث کے درمیان مختلف فیہ ہیں ان مسائل کے بارے میں فتویٰ دیتے وقت مفصل و مدلل بحث کرتے ہیں۔

۷- بعض دفعہ سوال کا جواب ''فتاویٰ نذیریہ'' یا کسی دوسرے ہمعصر مفتی کے فتاویٰ کے مجموعہ سے نقل کردیتے ہیں اور اپنی طرف سے کسی رائے کا اظہار نہیں کرتے(۵۹)۔

۸- اس مجموعہ کی ضخامت کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ بات بکثرت دیکھنے میں آتی ہے کہ مفتی ثناء اللہ کے فتویٰ کے بعد متصلاً ''تعاقب'' یا ''تعاقب بر تعاقب'' کے عنوان سے کسی دوسرے مفتی کا فتویٰ نقل کیا گیا ہے۔ جس میں مفتی ثناء اللہ کے فتویٰ کا رد کرتے ہوئے مختلف اعتراضات کئے گئے ہیں۔ لیکن مرتب کی طرف سے اس امر کی وضاحت نہیں کی گئی کہ ''تعاقب'' کے عنوان سے جو تردیدی فتاویٰ اس مجموعہ میں شامل کئے گئے ہیں کیا وہ فتاویٰ مفتی ثناء اللہ کے سامنے پیش کئے گئے یا نہیں ؟ یا مرتب نے اشاعت کے وقت خود شامل کردیئے۔

سوائے چند مقامات کے اکثر جگہ تعاقب کے عنوان سے جو فتاویٰ درج ہیں ان کے بارے میں کسی رائے کا اظہار نہیں کیا گیا کہ:

☆ ''تعاقب'' کے عنوان سے جو فتاویٰ اس مجموعہ میں شامل کئے گئے وہ کن مفتیوں کے فتاویٰ ہیں؟

☆ کس مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں ؟

☆ اور ان فتاویٰ کو اس مجموعہ میں شامل کرنے کا منشاء کیا ہے۔؟

البتہ بعض مقامات پر صرف مفتی کا نام نقل کیا گیا ہے جبکہ اکثر مقامات پر مفتی کے نام کے بغیر صرف تعاقب کے عنوان سے تردیدی فتویٰ نقل کیا گیا ہے۔

☆ فتاویٰ کی اس ترتیب سے ایک عام قاری کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک ہی مسئلہ کے بارے میں دو متضاد فتاویٰ موجود ہیں کونسا فتویٰ صحیح اور قابل عمل ہے اور کونسا غلط ہے؟(۶۰)۔ اور بعض مقامات پر تو اس امر کی وضاحت بھی نہیں کی گئی کہ پہلا فتویٰ کس مفتی نے دیا؟ اور دوسرا فتویٰ کس مفتی نے دیا(۶۱)۔؟

۹- جدید پیش آمدہ مسائل کی تعداد دیگر ہمعصر فتاویٰ کے مجموعوں سے بہت کم ہے اور اگر ہیں بھی تو صرف نفس مسئلہ بیان کردیا گیا ہے دلائل کی طرف توجہ کم دی گئی ہے۔

۱۰- اس مجموعہ میں جتنے بھی تحقیقی تفصیلی فتاویٰ ہیں ان سب کا تعلق حنفی اور اہل حدیث کے درمیان فروعی مسائل (مثلاً: رفع یدین، قراۃ خلف الامام، آمین بالجہر، جماعت ثانیہ، رکعات تراویح، نکاح و طلاق، جمعہ فی القریٰ، وغیرہ) سے ہے اور علمائے دیوبند کے وہ فتاویٰ جن کا تعلق خالصۃً فروعی مسائل سے ہے ان کو نقل کر کے ان کی مفصل تردید کی گئی ہے(۶۲)۔

۱۱- علامہ عبدالحی لکھنوی اور ہندوستان کے معروف حنفی علماء مثلاً خاندان شاہ ولی اللہ کے مشہور علماء کو اہل حدیث مکتبِ فکر کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے(۶۳)۔

۱۲- غصہ کی حالت اور ماہواری کے ایام میں دی گئی طلاق کے عدمِ نفاذ کا حکم تحریر کیا گیا ہے اس فتویٰ کی تائید میں کوئی بھی دلیل شرعی پیش نہیں کی گئی چنانچہ لکھتے ہیں:-

"ہفتہ دو ہفتہ میں ایک بار یہ واقعہ ضرور سامنے آتا ہے، کہ کوئی مسلمان غصہ میں یا بغیر غصہ ہی کے یہی ایک جلسہ میں تین بار طلاق دیتا ہے، یا حمل یا ماہواری کے زمانہ میں طلاق دیتا ہے، تو ان تمام حالتوں میں بعض مولوی طلاق بائن کا فتویٰ لگادیتے ہیں، جو بالکل غلط ہوتا ہے"، چند باتیں یاد رکھئے:-

☆ "غصہ کی طلاق سرے سے طلاق ہوتی ہی نہیں، لہذا رجوع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"۔

☆ "ماہواری کے ایام میں بھی طلاق، طلاق نہیں ہوتی طہر کی شرط لازم ہے"(۶۴)۔

نوٹ! ابو الوفاء ثناء اللہ کے ہمعصر اور اہل حدیث مکتبِ فکر کے اکابر مفتیوں میں سے مولانا عبد اللہ روپڑی نے ان کے اِس فتویٰ کے خلاف فتویٰ دیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں: "غصہ کی حالت میں طلاق ہوجاتی ہے کیونکہ طلاق عموماً غصہ میں ہوتی ہے"(۶۵)۔

۷- فتاویٰ ستاریہ

از ابومحمد عبد الستار بن عبد الوہاب (۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء-۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء)

فتاویٰ کا یہ مجموعہ چار جلدوں، آٹھ سو آٹھ (۸۰۸) صفحات اور سات سو فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ جلد اول اور دوم مکتبہ سعودیہ حدیث منزل کراچی، سے ۱۹۶۳ء میں اور جلد سوم اور چہارم المکتب الاسلامی جماعت غرباء اہل حدیث کراچی سے شائع ہوئیں۔ ان فتووں کی جمع و ترتیب کا کام حافظ عبد الغفار نے انجام دیا۔

مفتی ابو محمد عبد الستار بن عبد الوہاب کی پیدائش ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء دہلی میں ہوئی۔ قرآن شریف حفظ کرنے کے بعد عربی تعلیم کا آغاز کیا، جملہ علوم وفنون اپنے والد سے پڑھے اور ۱۳۴۵ھ میں بائیس سال کی عمر میں اپنے والد صاحب سے علوم کی تکمیل کر کے سند حاصل کی۔ تکمیل کے بعد اپنے والد کے قائم کر دہ ''مدرسہ دارالکتب و السنۃ'' میں تدریس سے وابستہ ہوگئے۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد ''مدرسہ دارالکتب و السنۃ'' کی جملہ ذمہ داریاں خودسنبھال لیں۔ مدرسہ کے مہتمم اور شیخ الحدیث جیسے اہم منصب اِنکے سپرد ہوئے۔

تقسیم ہند کے بعد کراچی ہجرت کر کے آگئے اور برنس روڈ پر ایک مسجد اور مدرسہ بنام ''دارالسلام'' قائم کر کے تدریس و تدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔ جماعت غرباء اہلحدیث کا ترجمان ماہنامہ ''صحیفہ اہل حدیث'' جو دہلی سے شائع ہوتا تھا تقسیم کے وقت ایک سال تک شائع نہ ہوسکا تھا۔ یکم محرم الحرام ۱۳۶۸ھ / نومبر ۱۹۴۸ء کو کراچی سے اِس ماہنامہ کا دوبارہ اِجراء کیا۔ ''صحیفہ اہل حدیث'' کے اڈیٹر کے فرائض بھی خود ہی انجام دیتے رہے۔ مختلف علوم و فنون پر اِن کی تصانیف کی تعداد اٹھائیس شمار کی گئی ہے۔ اِن کی وفات (۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء) کراچی میں ہوئی[۶۶]۔

چند اہم خصوصیات

۱- اس مجموعہ میں مختلف شعبہائے زندگی سے متعلق متفرق فتاویٰ موجود ہیں۔ فتاویٰ کی تقسیم مضامین کے اعتبار سے نہیں کی گئی بلکہ ہر جلد میں بلاترتیب فتاویٰ شامل کر دیئے گئے ہیں۔

۲- اکثر فتاویٰ کا تعلق عمومی نوعیت کے شخصی مسائل سے ہے۔

۳- اکثر فتاویٰ مختصر ہیں جہاں دلائل ذکر کئے بغیر نفسِ مسئلہ کو بیان کرنے پر اکتفاء کیا گیا۔

۴- اعتقادات اور فروعی اختلافات سے متعلق مسائل کے بارے میں دیئے گئے فتاویٰ مفصل اور مدلل ہیں۔

۵- مختلف نظریات و رسومات کا قرآن و سنت کی روشنی میں جواب دینے کے ساتھ ساتھ سنت کی تعبیر و تشریح بیان کرتے ہیں، مختلف رسومات و بدعات اور سنت کے درمیان فرق کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی۔

۶- سب سے زیادہ دلائل قرآن وسنت سے پیش کئے گئے ہیں البتہ حسب ضرورت اسلاف کی کتب فقہ و فتاویٰ سے بھی استفادہ کرتے ہوئے دلائل نقل کرتے ہیں۔ دلائل دیتے وقت قرآن کریم کی آیات، احادیث نبویہ اور دیگر حوالہ جات میں اصل عربی متن بھی نقل کرتے ہیں۔

۷- دلائل دیتے وقت کوشش کرتے ہیں کہ متعلقہ مسئلہ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ قرآنی آیات اور احادیث بطور حوالہ پیش کی جائیں۔

۸- اس مجموعہ میں مفتی ابومحمد عبد الستار کے علاوہ اِنکے صاحبزادے مولانا عبد الغفار اور دیگر کئی مفتیوں کے فتاویٰ بھی شامل ہیں۔

۹- بعض مسائل سے متعلق فتاویٰ کا تکرار بھی ہے مثلاً '' ایک مجلس میں دی گئیں تین طلاقوں سے متعلق ایک ہی طرح کے بائیس فتاویٰ مکرر ہیں(۶۷)۔ اس کے علاوہ مسئلہ ''فاتحہ خلف الامام'' سے متعلق چھ جگہ، ''غصہ کی حالت میں طلاق کے عدم نفاذ'' سے متعلق چار جگہ، ''زوجہ مفقود الخبر'' اور ''توسل بالاموات'' کے بارے میں تین تین جگہ فتاویٰ مکرر ہیں(۶۸)۔

۱۰- اس مجموعہ میں شامل بعض اہم اور تفصیلی فتاویٰ ایسے بھی ہیں جن میں متعلقہ مسائل پر محققانہ انداز میں بحث کی گئی ہے۔ اُن میں سے چند ایک کے عنوانات کچھ اس طرح ہیں(۶۹)۔

☆ ''نماز جنازہ کا مسنون طریقہ''۔

☆ ''نعمت علی، رحمت علی، برکت علی، طفیل محمد، خورشید محمد، فرید بخش، میراں بخش، پیر بخش، عبد النبی اور غلام رسول وغیرہ اسماء کے بارے میں فتویٰ کہ اسمائے مذکورہ شرعی نقطہ نظر سے غلط ہیں کیونکہ بعض میں تزکیہ اور بعض میں شرک کی تلطیخ و تلویث ہے بعض صریح شرک ہیں اور بعض مشابہ شرک ہیں''۔

☆ ''مسجد میں نماز جنازہ سے متعلق فتویٰ''۔

☆ ''جس مسجد کے اندر کوئی قبر ہو اس میں نماز پڑھنا درست نہیں''۔

☆ ''دینی تعلیم وغیرہ پر اُجرت لینا جائز ہے''۔

☆ ''بشریت رسول ﷺ، مسئلہ علمِ غیب کی تحقیق''۔

☆ '' استمداد من الاموات و استغاثہ باہل القبور شرعاً شرک و کفر ہے''۔

☆ "وسیلہ کی تحقیق"۔

☆ "وسیلہ کا مروجہ معنیٰ و مفہوم جو عوام میں رائج ہے وہ غیر مشروع اور اختراعیہ ہے"۔

☆ "قرأت اور فاتحہ خلف الامام کی تحقیق"۔

۸- فتاویٰ اہلحدیث

(از حافظ عبد اللہ بن روشن دین روپڑی (۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۷ء-۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء)

فتاویٰ کا یہ مجموعہ دو جلدوں، ایک ہزار چار سو اٹھاسی (۱۴۸۸) صفحات اور ایک ہزار ایک سو پچیس (۱۱۲۵) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ ان فتووں کی جمع و ترتیب اور اشاعت کے فرائض مولانا محمد صدیق نے انجام دیئے۔ ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ، سرگودھا سے ۱۹۹۴ء میں شائع ہوا۔

حافظ عبد اللہ روپڑی کی پیدائش (۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۷ء) موضع کیرپور (انڈیا) میں ہوئی(۷۰) جناب روپڑی نے اپنی تعلیم کا آغاز موضع ڈوبہ سے کیا اس کے بعد مدرسہ نعمانیہ، امرتسر اور دھلی میں مولانا عبد اللہ غازی پوری اور مولوی محمد اسحٰق المعروف "منطقی" دہلوی سے تعلیم حاصل کی(۷۱) پھر ریاست رام پور کے سرکاری مدرسہ عالیہ سے علوم کی تکمیل کر کے ۱۹۱۴ء میں سندِ فراغت حاصل کی(۷۲)۔

فراغت کے بعد مدرسہ دار الحدیث "روپڑ" میں خدمات انجام دینا شروع کیں اس مدرسہ میں ۱۹۳۸ء تک درس و تدریس اور افتاء کے شعبہ سے وابستہ رہے۔ پھر امرتسر کی جامع مسجد "مبارک" میں آگئے اس مسجد میں ۱۹۴۷ء تک درس و تدریس، خطابت و امامت اور افتاء کے فرائض انجام دیتے رہے۔

تقسیم ہند کے بعد لاہور آگئے اور چوک دالگراں میں جامع مسجد "قُدس اہلِ حدیث" کا سنگ بنیاد رکھا اور بقیہ حیات اسی مسجد میں دینی خدمات انجام دیتے رہے(۷۳)۔ جناب روپڑی کی وفات (۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء) لاہور میں ہوئی(۷۴)۔

چند اہم خصوصیات:

۱- اس مجموعہ میں ایمان، طہارہ، صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج، تجارت، ہبہ، وقف، نکاح و طلاق، حظر و اباحت اور امارت وغیرہ سے متعلق فتاویٰ موجود ہیں۔

۲- اس مجموعہ کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اکثر مفتیوں کے فتاویٰ کے مجموعے ان کے ناموں سے منسوب ہیں جبکہ یہ مجموعہ محدثؒ روپڑی کے نام یا وطن کی طرف منسوب نہیں بلکہ اس کو " فتاویٰ

الحدیث'' کے نام سے منسوب کر کے شائع کیا گیا ہے۔ مرتب نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''تاکہ یہ ظاہر ہو کہ فتاویٰ کا اکثر ماخذ قرآن و حدیث ہے اور مجموعہ مسلک اہل حدیث کا بے باک ترجمان ہے''(۷۵)۔

۳- اس مجموعہ میں شامل تمام فتاویٰ جناب روپڑی صاحب کے ہیں۔ دوسرے مفتیوں کے فتاویٰ اس میں شامل نہیں ہیں ورنہ عموماً دیگر ہمعصر مفتیوں کے فتاویٰ کے مجموعوں میں صاحبِ فتاویٰ کے علاوہ دوسرے مفتیوں کے فتاویٰ بھی بکثرت موجود ہیں۔

۴- اس مجموعہ میں عقائد، سنت و بدعت سے متعلق مسائل، حوادث الفتاویٰ (جدید پیش آمدہ مسائل) دیگر مشہور و معروف مسائل جن کا تعلق خصوصاً پاک وہند سے ہے یا وہ مسائل جو عموماً چودھویں صدی ہجری کے دوران زیر بحث رہے ہیں ان کا ذکر اس مجموعہ میں بہت کم ہے۔

۵- اگر کسی اختلافی مسئلہ میں تحقیق سے کوئی ایک جانب واضح نہ ہو اور وہ خود مطمئن نہ ہوں تو اس کا اظہار کر دیتے ہیں(۷۶)۔

۶- جناب روپڑی کا فتویٰ دینے کا انداز انتہائی آسان اور سہل زبان میں ہوتا ہے جس سے ایک معمولی پڑھا لکھا مسلمان بھی آسانی سے استفادہ کر سکتا ہے البتہ کہیں کہیں حدیث، منطق اور صرف و نحو کی مخصوص اصطلاحات کا استعمال کرتے ہیں جن کو صرف اہل علم ہی سمجھ سکتے ہیں۔

۷- فتویٰ دیتے وقت شروع میں مفصّل و مدلّل انداز میں صورت مسئلہ کو واضح کرتے ہیں اور پھر آخر میں بطور خلاصہ اخذ شدہ نتیجہ کو درج کر دیتے ہیں۔

۸- احادیث کے حوالہ جات صحاح ستہ سے پیش کرتے ہیں لیکن اکثر وبیشتر ''مشکوٰۃ المصابیح'' سے حوالہ دینے پر اکتفاء کیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ سب سے زیادہ حوالے ''مشکوٰۃ المصابیح'' کے ہیں۔ اس کے علاوہ علامہ شوکانی کی کتاب نیل الاوطار اور منتقیٰ کے حوالے بھی بکثرت موجود ہیں۔ اسی طرح احناف کی مشہور کتبِ فقہ و فتاویٰ کے حوالے بھی بطور استشہاد کے نقل کرتے ہیں اور فتاویٰ ابنِ تیمیہ کے حوالے بھی ملتے ہیں۔

۹- تفاسیر میں سے تفسیر ابنِ کثیر، تفسیر خازن، تفسیر فتح البیان اور تفسیر کبیر کے حوالہ جات بکثرت موجود ہیں۔

۱۰- احناف کے بارے میں دیئے گئے فتاویٰ میں شدت کا عنصر محسوس ہوتا ہے اور بعض دفعہ تو اپنے ہی ہم مسلک علماء کے بارے میں ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں مثلاً ایک جگہ دیوبندی مکتب فکر کے بارے میں فتویٰ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دیوبندی ہوں یا غیر دیوبندی ہوں جو تقلید شخصی کو شرعاً واجب قرار دیتے ہیں ان میں اور اہلِ حدیث میں فرق ظاہر ہے اور جو واجب نہیں کہتے وہ اہلِ رائے کے حکم میں ہیں۔ شرعاً وجوبِ تقلید کا قائل انتہاء ناجی ہو سکتا ہے نہ کہ ابتداء کیونکہ وہ دین میں امورِ محدث کا قائل ہے جو بدعت ہے لیکن جو صاف آیت و حدیث کو ٹھکرا دیتے ہیں وہ بڑے خطرہ کے مقام میں ہیں بعید نہیں کہ کفر تک نوبت پہنچ جائے"(۷۷)۔

۱۱۔ بعض انتہائی نازک اور اختلافی مسائل کے بارے میں فتویٰ دیتے وقت اپنے فتویٰ کی تائید میں کوئی بھی دلیل یا حوالہ پیش نہیں کرتے(۷۸)۔ بلکہ بعض دفعہ لکھتے ہیں: "دلائل طلب کرنا کم علم لوگوں کا کام ہے"(۷۹)۔

۱۲۔ فقہائے احناف کے بارے میں سخت زبان استعمال کرتے ہیں لیکن اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے کئی جگہ فقہائے احناف کی آراء اور ان کی کتب فقہ و فتاویٰ سے عبارات اپنے فتاویٰ کی تائید میں بطو ر دلیل پیش کرتے۔

چند ایسے مقامات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ جہاں اپنے فتووں کی تائید میں فقہائے احناف کی آراء یا اُن کی فقہ و فتاویٰ کی کتابوں سے دلائل نقل کیے گئے ہیں(۸۰)۔

۹- فتاویٰ سلفیہ

(از محمد اسماعیل سلفی (م ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۸ء)

فتاویٰ کا یہ مجموعہ ایک جلد، ایک سو بانوے (۱۹۲) صفحات اور تیئیس (۲۳) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور سے ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۶ء میں شائع کیا گیا۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۲۱ء میں جامع مسجد اہلحدیث چوک، گجرانوالہ میں خطیب و امام مقرر ہوئے(۸۱) اور اسی مسجد میں تقریباً سینتالیس (۴۷) سال تک درس و تدریس، دعوت و تبلیغ اور افتاء کی خدمات انجام دیتے رہے(۸۲) جناب سلفی صاحب "جمعیت اہلحدیث" کے بانی ومؤسس تھے پاکستان بھر میں "جمعیت اہلحدیث" کی تنظیم کی اور اس کو فعال بنانے کی سعی کرتے رہے(۸۳) ان کی وفات (۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۸ء) گجرانوالہ میں ہوئی(۸۴)۔

چند اہم خصوصیات

۱۔ اس مجموعہ میں سلفی صاحب کے ان فتووں کو کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے جو کہ "مجلۃ ہفت

روزہ الاعتصام" لاہور، میں ۱۹۵۰ء-۱۹۶۷ء کے دوران وقتاً فوقتاً مختلف شماروں میں شائع ہوتے رہے(۸۵)۔

۲- ہر فتویٰ کے آخر میں فتویٰ کی تاریخ اور شمارہ نمبر درج ہے۔

۳- مستقلاً فتاویٰ کی تعداد اگرچہ تیئیس ہے اور اگر ضمنی فتاویٰ کو شامل کیا جائے تو کل تعداد تیس (۳۰) ہو جاتی ہے۔

۴- یہ فتاویٰ مروجہ محافلِ میلاد، نماز، نکاح و طلاق، احکامِ میت، جمعہ فی القریٰ اور رؤیت ہلال وغیرہ سے متعلق ہیں۔

۵- زیادہ تر دلائل قرآن و حدیث سے پیش کرتے ہیں اور اگر کسی وقت قرآن و سنت سے کوئی دلیل نہ ملے تو اس کی صراحت کر دیتے ہیں کہ مجھے اس مسئلہ کے بارے میں کوئی دلیلِ شرعی نہیں ملی۔ مثلاً عشر کے متعلق فتویٰ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"متذکرہ بالا سوالات کے متعلق کوئی صریح حدیث میری نظر سے نہیں گذری ہے میں اپنا فہم عرض کر رہا ہوں، اس لیے آپ کو اس پر قانع ہونے کی ضرورت نہیں ، بہتر ہے کہ تسکین کے لئے علماء کی طرف رجوع کیا جائے"(۸۶)۔

۶- اس مجموعہ میں شامل اکثر فتاویٰ اگرچہ مدلل ہیں لیکن ان میں سے چند فتاویٰ بطور خاص قابلِ ذکر ہیں جو کہ مفصل اور تحقیقی ہیں جن کے عنوانات کچھ اس طرح ہیں(۸۷):-

☆ (نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور اور میلاد کی شرعی حیثیت۔

☆ رؤیت ہلال اور مشینی آلات۔

☆ عائلی قوانین اور جمعیت اہلحدیث۔

☆ جمعہ فی القریٰ کی تحقیق۔

☆ ڈاڑھی کتنی بڑی ہو؟۔

☆ اہلحدیث کی اقتداء۔

۱۰- اسلامی فتاویٰ

(از عبد السلام بن شیخ یاد علی (۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء-۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۴ء)

فتاویٰ کا یہ مجموعہ ایک جلد، دو سو ستتر (۲۷۷) صفحات اور اکتالیس (۴۱) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ مؤلف فتاویٰ نے بذات خود اپنے فتاویٰ کو مرتب کر کے کتب خانہ مسعودیہ اردو بازار، دہلی سے

۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء میں شائع کرایا۔

مفتی عبدالسلام بن یاد علی بستوی سلفی (۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء) ضلع بستی، موضع بشن پورہ، علاقہ سوہانس نو گڑھ (انڈیا) میں پیدا ہوئے[۸۸]۔ ابتدائی تعلیم "مدرسہ مفتاح العلوم" بھٹ پورہ اور "مدرسہ حمیدیہ" دہلی سے حاصل کی، فنون "مدرسہ مظاہر العلوم"، سہارنپور میں پڑھے، درجات علیا کی کُتب اور دورہ حدیث دارالعلوم دیوبند سے مکمل کیا[۸۹]۔

دارالعلوم دیوبند سے (۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۰ء) فراغت کے بعد "مدرسہ دارالحدیث و القرآن" دہلی سے وابستہ ہوگئے اور مسلسل سترہ (۱۷) سال تک اسی مدرسہ میں درس و تدریس اور افتاء کی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۹۴۷ء میں "مدرسہ ریاض العلوم" دہلی میں دینی خدمات انجام دینی شروع کر دیں[۹۰] بقیہ زندگی اسی مدرسہ میں مقیم رہے۔

مولانا بستوی کی تدریسی، تصنیفی، اِفتاء، اور وعظ وتبلیغ کی خدمات چوالیس (۴۴) سال پر محیط ہیں۔ ان کی وفات (۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۴ء) پیر کے دن دہلی میں ہوئی[۹۱]۔

چند اہم خصوصیات

۱- اس مجموعہ کے شروع میں فتویٰ اور مفتی کے آداب و شرائط پر تفصیلی بحث کی گئی ہے جو کہ سو صفحات پر مشتمل ہے۔

۲- اس کے بعد عقائد سے متعلق اکتالیس (۴۱) فتاویٰ درج کئے گئے ہیں جو کہ اس سے قبل مختلف رسائل میں شائع ہو چکے تھے۔

مفتی صاحب ان فتاویٰ کے بارے میں خود وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"میرے اکثر یہ فتاویٰ اخباروں، رسالوں میں چھپ چکے ہیں اور غیر مطبوعہ سائلین کے پاس بھی ہونگے۔ اب مطبوعہ اور غیر مطبوعہ سوالوں کے جوابات مرتب طریقے سے ابواب فقہیہ کی ترتیب کے مطابق شائع کر رہا ہوں"[۹۲]۔

۳- مفتی صاحب نے خود ہی اپنے مسلک اور فتاویٰ کے اندازِ تحریر کی وضاحت کر دی چنانچہ وہ لکھتے ہیں:-

"بحمد اللہ موحد مُتبع سنت سلفی عقیدے کا ہوں کسی خاص امام کا مُقلد جامد نہیں ہوں اسی لئے جوابات میں کتاب و سنت ہی کی پیروی کی ہے اور انہیں کی روشنی میں مدلل جوابات

دینے کی کوشش کی ہے فقہ کی کتابوں کا حوالہ بہت کم دیا ہے، ورنہ دلیل میں قرآن کی کوئی آیت اور حدیث شریف کی کتابوں سے صحاح ستہ و شروح صحاح ستہ وغیرہ کا حوالہ دیا ہے۔ البتہ جو جواب مجھے ان اُصولوں میں نہیں ملا وہ کسی امام کے قول کے مطابق جواب لکھا ہے جو کتاب و سنّت سے زیادہ قریب ہے''(۹۳)۔

۴- بستوی صاحب نے نہ صرف اپنے مسلک کی وضاحت کردی بلکہ اندازِ افتاء کو بھی بیان کر دیا۔ چنانچہ مفتی صاحب نے اپنے اُصول پر قائم رہتے ہوئے فتاویٰ لکھے ہیں ہر فتویٰ میں ان کے دعویٰ کا ثبوت دیکھا جاسکتا ہے۔

☆ مثلاً صفات باری کے متعلق فتویٰ دیتے ہوئے گیارہ آیاتِ قرآنیہ بطور استشہاد پیش کیں(۹۴)۔

☆ اسی طرح غیر اللہ کے نام کا وظیفہ پڑھنے کو بدعت اور امورِ شرکیہ سے تعبیر کیا اور دلیل میں پانچ آیات اور ایک حدیث پیش کی(۹۵)۔

۵- بستوی صاحب کے فتاویٰ مفصل و مدلل ہیں مثلاً منکرین حدیث کے رد میں جو فتویٰ دیا اس میں گیارہ (۱۱) قرآنی آیات نو (۹) احادیث پیش کیں اس کے علاوہ امام شافعیؒ کی کتاب ''الام''، تفسیر ابن کثیر، تفسیر فتح البیان، تفسیرخازن، تفسیر جامع البیان، احیاء العلوم، اعلام الموقعین وغیرہ سے عبارات نقل کر کے مفصل و مدلل فتویٰ دیا جو کہ چھبیس (۲۶) صفحات پر محیط ہے(۹۶)۔

۶- منکرین حدیث کے اس اعتراض ''کہ کتبِ احادیث حضورﷺ کی وفات کے دو سو سال بعد لکھی گئیں اس سے قبل کتابت حدیث کا رواج نہ تھا'' کا جواب محققانہ اسلوب پر دیا اور پندرہ (۱۵) کتب وصحائف کا تعارف بھی پیش کیا جو عہدِ رسالت میں رسول اللہﷺ نے خود لکھوائیں تھیں یا حضرات صحابہ نے لکھی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کتابتِ حدیث اورتدوین حدیث کے مختلف ادوار کا تذکرہ کیا(۹۷)۔

۷- بستوی صاحب نے تیرہ (۱۳) صفحات پر محیط تفصیلی فتویٰ دیا جس میں اہلحدیث مکتبِ فکر کی تاریخ اور ان پر کئے گئے اعتراضات کا مفصل رد پیش کیا ہے(۹۸)۔

۱۱- فتاویٰ برکاتیہ

(از ابو البرکات احمد بن محمد اسماعیل (۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۶ء-۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۱ء)

فتاویٰ کا یہ مجموعہ ایک جلد، تین سو اڑسٹھ (۳۶۸) صفحات اور پانچ سو اٹھاون (۵۵۸) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ مولانا محمد یحیٰی طاہرنے ان فتاویٰ کو مرتب کر کے جامعہ اسلامیہ گجرانوالہ سے ۱۹۸۹ء

شائع کرایا۔

ابو البرکات احمد بن محمد اسماعیل کی پیدائش "ہندوستان" کے مشہور قصبہ چمناڈ میں (۱۳۴۵ھ ر ۱۹۲۶) ہوئی[۹۹] ابتدائی تعلیم مختلف علماء سے حاصل کرنے کے بعد "مدرسہ عالیہ عربک کالج" مدراس سے سندِ فراغت حاصل کی[۱۰۰] انہوں نے شوافع، احناف اور اہلحدیث کے اکابر علماء سے علم حاصل کیا[۱۰۱]۔

تقسیم ہند کے بعد ہجرت کر کے گوجرانوالہ آگئے اور یہاں بھی مختلف علماء سے استفادہ کیا اس کے بعد "جامعہ اسلامیہ اہلحدیث" سے وابستہ ہوگئے اوراسی مدرسہ میں تا حیات درس و تدریس، وعظ و تبلیغ اور افتاء کی خدمات انجا م دیتے رہے[۱۰۲]۔ ان کی وفات (۱۴۱۲ھ ر ۱۹۹۱ء) گجرانوالہ میں ہوئی[۱۰۳]۔

چند اہم خصوصیات

۱- اس مجموعہ میں عقائد، عبادات، نکاح و طلاق اور چند متفرق عمومی قسم کے مسائل (مثلاً رفع یدین، قرأت خلف الامام، عورت کی حکمرانی اور اس کے حقوق، انعامی بانڈز، پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت اذان علی القبر، مسئلہ علمِ غیب اور حاضر و ناظر، رسمِ قُل وغیرہ، سایۂ رسول، مروّجہ قرآن خوانی، خون کا عطیہ دینا، ڈاڑھی کی شرعی مقدار، طلاق ثلاثہ، ٹی وی وغیرہ) سے متعلق فتاویٰ مذکور ہیں۔

۲- فتاویٰ مختصر اور آسان زبان میں ہیں جس سے سائل کے لئے صورت مسئلہ واضح ہو جاتی ہے۔

۳- دلائل بہت ہی کم ذکر کئے گئے ہیں۔ زیادہ تر صرف صورت مسئلہ بیان کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

۴- قرآن مجید، صحاح ستہ، جلالین، تفسیر ابنِ کثیر، تفسیر جامع البیان، الفتاویٰ الکبریٰ لِامام ابنِ تیمیہ، حجۃ اللہ البالغہ، عون المعبود، ہدایہ، لسان المیزان، راہ سُنّت کے حوالے ذکر کئے گئے۔ لیکن حوالے نامکمل ہیں صرف کتاب کا نام لکھنے پر اکتفاء کیا گیاہے۔

۵- اکثر فتاویٰ پر علامہ حافظ محمد گوندلوی کے تصدیقی دستخط بھی موجود ہیں جو کہ جناب ابو البرکات کے استاذ و شیخ بھی ہیں۔ اور گوندلوی صاحب کے مدرسہ میں زندگی بھر دینی خدمات انجام دیتے رہے[۱۰۴]۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ عبدالحی الحسنی ، نزھۃ الخواطر ، ۷: ۶۰، طیب اکادمی، بیرون بوھر گیٹ ملتان، ۱۹۹۳۔

۲۔ ایضا ۸: ۵۲۳

۳۔ علماء اہلحدیث کے فتاویٰ ایک مجموعہ جناب ابوالحسنات علی محمد سعیدی کا مرتب کردہ بنام ''فتاویٰ علماء حدیث'' دس جلدوں میں بھی موجود ہے۔ چونکہ یہ مجموعہ کسی ایک مفتی کا تصنیف کردہ نہیں بلکہ ''فتاویٰ نذیریہ''، ''مجموعہ الفتاویٰ''، ''فتاویٰ ثنائیہ''، ''فتاویٰ ستاریہ''، ''فتاویٰ اہلحدیث'' وغیرہ اور اہل حدیث مکتب فکر کے مختلف رسائل میں شائع شدہ، فتاویٰ اس کے علاوہ سینکڑوں علماء اہل حدیث کے فتاویٰ کو مختلف ذرائع سے جمع کر کے شائع کیا گیا ہے اس لئے اس کا تفصیلی تعارف پیش نہیں کیا گیا کیونکہ اس طرح تکرار لازم آتا۔ ہر جلد کے شروع میں ''مآخذ فتاویٰ علماء حدیث'' کے ذیل میں ان کتب فتاویٰ اور مفتیوں کے نام موجود ہیں جن سے فتاویٰ اخذ کیے گئے ہیں۔ ان میں سے اکثر فتاویٰ کے مجموعوں کا تعارف اس ''مقالہ'' میں موجود ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: فتاویٰ علمائے حدیث، مرتب، ابوالحسنات علی محمد سعیدی، مکتبہ سعیدیہ خانیوال، ضلع ملتان، ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء۔

☆ اس کے علاوہ مولانا محمود احمد میرپوری (۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء-۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸ء) کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ بنام ''فتاویٰ صراط مستقیم'' بھی موجود ہے اگرچہ یہ فتاویٰ اردو میں ہیں لیکن ان کا تعلق برطانیہ سے ہے پاک وہند سے نہیں، جیسا کہ مرتب نے ان فتاویٰ کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:- ''صراط مستقیم میں سوال جواب کے کالم میں مولانا محمود احمد میرپوریؒ قارئین کے سوالات کے جوابات دیتے تھے جو برطانیہ، دیگر یورپین ملکوں، متحدہ عرب امارات اور دیگر ممالک سے آتے تھے'' اس لئے اس مجموعہ کو بھی مقالہ میں شامل نہیں کیا گیا۔

☆ میر پوری، محمود احمد، فتاویٰ صراط مستقیم، ص:۲۱، ادارہ صراط مستقیم برمنگھم، سن ندارد۔

۴۔ عبدالحی الحسنی، نزھۃ الخوطر، ۸: ۲۰۴۔

۵۔ ایضاً، ۸: ۲۰۵۔

۶۔ ایضاً، ۸: ۲۰۵۔

۷۔ ایضاً، ۲۰۸-۲۱۰۔

۸۔ ایضاً، ۲۰۶۔

۹۔ تفصیل ملاحظہ ہو: مجموعہ فتاویٰ، ۱: ۳۰، ۳۲، ۳۴، ۴۶، ۴۷۔

۱۰۔ دیکھئے: مجموعہ فتاویٰ، ۱: ۵۳-۵۸، ۲: ۱۲-۱۴۔

۱۱۔ عبدالحی الحسنی، نزھۃ الخوطر، ۸: ۴۵۰

۲- پروفیسر محمد مبارک، حیات الشیخ السید میاں نذیر حسین محدث دھلوی ، ص۷۵، اہلِ حدیث ٹرسٹ کراچی ۱۹۸۶ء۔

۱۲۔ عبد الحی الحسنی، نزھۃ الخوطر، ۸: ۴۵۱ ۔

۱۳۔ دلاوری، ابو القاسم رفیق، رئیس قادیان، ص:۳۰۴-۳۰۵، عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوۃ، ملتان ۱۹۹۶ء۔

۱۴۔ لدھیانوی، ابنِ انیس حبیب الرحمٰن، مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد پر سب سے پہلا فتوئے تکفیر، ص۴۸۲، رئیس الاحرار اکادمی فیصل آباد، ۱۹۹۷ء۔ مزید تفصیل دیکھئے: دلاوری، ابوالقاسم رفیق، رئیس قادیان، صفحات۳۰۴، ۴۷۶، ۵۲۴، ۵۴۷، ۵۷۸، اور لدھیانوی، ابنِ انیس حبیب الرحمٰن، مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد پر سب سے پہلا فتوئے تکفیر صفحات ۹۸، ۱۱۶، ۱۱۹، ۱۲۱، ۱۴۲۔

۱۵۔ صفحات: ۱۶۳،۱۷۹۔

۱۶۔ ص:۴۵۔

۱۷۔ ص: ۸۶۔

۱۸۔ ص: ۱۷۲

۱۹۔ ص: ۱۸۰

۲۰۔ فتاویٰ نذیریہ، ۱:۳۔

۲۱۔ ایضا ، ۱:۶۔

۲۲۔ ایضا، ۱:۴ ۔

۲۳۔ عبد الحی الحسنی، نزھۃ الخوطر، ۸: ۵۲۳۔

۲- پروفیسر محمد مبارک، حیات الشیخ السید میاں نذیر حسین محدث دھلوی،ص :۵۔

۳- فتاویٰ نذیریہ ، ۱: ۵ ۔

۲۴۔ پروفیسر محمد مبارک، حیات الشیخ السید میاں نذیر حسین محدث دھلوی ،ص۷۔

۲- عبد الحی الحسنی، نزھۃ الخوطر، ۸: ۵۲۳، فتاویٰ نذیریہ، ۱:ص۳۱۔

۲۵۔ عبد الحی الحسنی، نزھۃ الخوطر، ۸: ۵۲۴۔

☆ فتاویٰ نذیریہ، ۱:ص ۳۵۔

۲۶۔ ایضا: ۱: ۳۷

۲۷۔ تفصیل ملاحظہ ہو : فتاویٰ نذیریہ ، ۱: ۳۷-۴۰ ۔

۲۸۔ ایضا، ۱:۴۶ ۔

۲۹۔ خالد حسین صدیقی جناب نذیر حسین صاحب کے انگریز سرکار کے ساتھ اچھے مراسم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''جب میاں صاحب نے حج کا ارادہ کیا تو ان کو خیال ہوا کہ مخالفین مکہ میں ایذارسانی کی کوشش کرینگے میاں صاحب نے تحریک آزادی کے موقع پر مسز لیسنس کی جان بچائی تھی اس لیے حکام کے ساتھ ان کے تعلقات اچھے تھے تو میاں صاحب نے ڈپٹی کمشنر دہلی کے ذریعہ برٹش قونصل جدہ کو ایک مراسلہ بھجوایا جس میں سفارش کی گئی تھی کہ میاں صاحب اور ان کے ساتھیوں کی حتی الامکان حفاظت کی جائے اور پوری پوری مدد کی جائے چنانچہ میاں صاحب جب مکہ پہنچے تو ان کو وہابی تحریک کے قائد ہونے کے شبہ میں شریف مکہ نے گرفتار کرلیا۔ جب برٹش قونصل جدہ کو اس معاملہ کی خبر ہوئی کہ برٹش رعایا پرعذاب نازل ہورہا ہے، برٹش قونصل جدہ نے مداخلت کی اور گورنر مکہ کو مراسلہ بھیجا کہ برٹش رعایا کی گرفتاری بجز فوجداری جرائم کے اور کسی وجہ سے نہیں ہوسکتی، اور اگر انہیں چوبیس ۲۴ گھنٹے کے اندر نہ چھوڑا گیا تو برٹش گورنمنٹ اس معاملہ کو باب عالی کے روبرو پیش کرے گی تب گورنر مکہ نے شریف پر زور ڈالا اور تعزیری کاروائی وقوع میں آنے سے پہلے ہی میاں صاحب اور ان کے ساتھیوں کو رہائی ملی۔

مزید تفصیل دیکھئے: فتاویٰ نذیریہ، ۱: صفحات ۴۲-۴۴، جب کہ پروفیسر محمد مبارک اسی واقعہ کو ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں ''مولانا نذیر حسین نے چونکہ غدر میں مسز لیسن کی جان بچائی تھی اور اس لئے حکام سے اُن کے تعلقات اچھے تھے'' دیکھئے: پروفیسر محمد مبارک، حیات الشیخ السید میاں نذیر حسین محدث دھلوی، صفحات: ۵۷-۶۳

۳۰۔ عبد الحی الحسنی، نزھۃ الخوطر، ۸: ۵۲۷، نیز دیکھئے: پروفیسر محمد مبارک، حیات الشیخ السید میاں نذیر حسین محدث دھلوی، ص: ۶۳۔

۳۱۔ تفصیل دیکھئے: فتاویٰ نذیریہ ۳: صفحات ۴۸۴-۵۱۱۔

۳۲۔ اس طرح کے حوالے بکثرت ملتے ہیں بطور نمونہ کے چند مقامات ملاحظہ ہوں:۱: ۱۲۵، ۱۳۳، ۳۹۷، ۴۷۴۔ ۲: ۳۹۴، ۳: ۸۰،۳۱۶، ۳۷۳۔

۳۳۔ تفصیل دیکھئے: ۱: صفحات ۳۳۲، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۸۴، ۔۲: صفحات ۳۹، ۱۰۶، ۱۱۴، ۲۱۵، ۲۵۱، ۲۶۴، ۲۸۷، ۲۹۴، ۳۱۳، ۳۳۲، ۳۵۷، ۴۰۴۔

۳۴۔ ایضاً، ۱: ۱۸۰-۱۸۱۔

۳۵۔ ایضاً، ۱: ۶۔

۳۶۔ ایضاً، ۱، ۳۰۹-۳۲۰۔

۳۷۔ ایضاً، ۱: ۳۲۶-۳۳۴۔

۳۸۔ فتاویٰ نذیریہ، ۱: ۴۷۸، ۵۰۴، ۶۳۸۔

۳۹۔ ایضاً، ۱: ۶۷۱۔

۴۰۔ ایضاً، ۱: ۴۱۷۔

۴۱۔ ایضاً، ۲: ۴۷۷۔

۴۲۔ ایضاً، ۱: ۶۱۵۔

۴۳۔ عبد الحی الحسنی، نزہۃ الخوطر، ۸: ۱۹۴۔

۴۴۔ فتاویٰ عظیم آبادی، ص ۵۲۔

۴۵۔ تفصیل ملاحظہ ہو: عبد الحی الحسنی، نزہۃ الخوطر، ۸: ۱۹۴-۱۹۵۔

۴۶۔ تفصیل بالترتیب ملاحظہ ہو: فتاویٰ عظیم آبادی، صفحات: ۹۲-۹۶، ۱۱۱-۱۲۵، ۱۷۳-۱۷۸، ۱۸۶-۲۰۶، ۲۰۷-۲۳۲، ۲۳۳۱-۲۹۹، ۳۰۰-۳۱۵، ۳۱۶-۳۳۵، ۳۳۶-۳۴۹، ۳۵۳-۳۶۱۔

۴۷۔ تفصیل ملاحظہ ہو: فتاوےٰ علماء کرام دربارہ تقرر امام، صفحات: ۲۲، ۲۴، ۳۰، ۳۳-۳۶، ۴۱، ۴۲، ۵۱، ۵۴، ۵۷، ۶۰، ۶۱، ۸۲، ۸۵۔

۴۸۔ ایضاً، صفحات ۱۳، ۱۵، ۱۸، ۲۱، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۴۰، ۴۳، ۴۵، ۵۱۔

۴۹۔ عبد الحی الحسنی، نزہۃ الخواطر، ۸: ۱۰۵۔

۵۰۔ ایضاً، ۸: ۱۰۵۔

۵۱۔ فتاویٰ ثنائیہ، ۱: ۲۴۔

۵۲۔ عبد الحیٔ، نزہۃ الخواطر، ۸: ۱۰۵

۵۳۔ ایضاً، ۸: ۱۰۵

۵۴۔ فتاویٰ ثنائیہ، ۱: ۵۴

۵۵۔ عبد الحی، نزہۃ الخواطر، ۸: ۱۰۶

۵۶۔ فتاویٰ ثنائیہ، ۱: ۶۱

۵۷۔ ایضاً ۱ : ۵۸

۵۸۔ تفصیل دیکھئے فتاویٰ ثنائیہ، ۱: صفحات ۱۲۰، ۱۳۰، ۱۴۳، ۱۵۶، ۱۵۸، ۱۶۰-۱۶۷، ۱۸۷-۱۹۰، ۲۱۱-۲۱۳، ۲۴۴-۲۵۱، ۲۶۱-۲۶۹، ۳۷۲-۳۷۵، ۴۲۵-۴۲۸، ۴۳۷، ۴۴۳، ۴۶۲-۴۶۳، ۴۶۶-۴۶۸، ۴۷۰-۴۷۴، ۴۹۲، ۶۴۹، ۶۵۲، ۶۶۸-۶۸۰، ۶۸۵-۶۹۲، ۷۲۰-۷۲۵، ۷۶۵، ۷۶۹، ۷۷۰-۷۹۰۔
جلد دوم صفحات: ۱۷، ۱۲۳-۱۳۱، ۱۶۱-۱۷۳، ۱۸۱-۱۸۸، ۲۲۸، ۲۶۱-۲۶۹، ۳۵۳-۳۵۴،

۴۷۷-۴۹۲، ۵۸۳-۵۹۷، ۶۶۵ - ۶۷۴، ۶۸۶ - ۶۹۲

۵۹۔ مثال کے طور پر کتاب الجنائز اور کتاب الامارۃ کے متعلق جتنے بھی فتاویٰ مذکور ہیں وہ اکثر و بیشتر یا تو مولانا نذیر حسین دھلوی کی کتاب'' فتاویٰ نذیریہ'' ہی سے نقل کیے گئے ہیں یا دیگر علماء اہل حدیث کے فتاویٰ ہیں۔ اس طرح کی بیسیوں مثالیں بکثرت دیکھی جا سکتی ہیں بطور نمونہ چند مقامات کی نشاندہی پیش خدمت ہے۔ جلد اول صفحات: ۱۸۱، ۲۵۹، ۲۶۰، ۴۹۲، ۵۰۷، ۵۲۳، ۵۳۲، ۵۵۶، ۵۷۰، ۵۷۱، ۶۱۴، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۶۷، ۶۸۰، ۶۷۴، ۶۷۷۔ جلد دوم صفحات: ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۶، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۹۵، ۲۱۴، ۲۲۱، ۲۳۷، ۳۵۷، ۳۶۴، ۳۶۶، ۳۶۹، ۳۷۱، ۳۹۵، ۴۲۸، ۶۰۹

۶۰۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: جلد اول صفحات: ۱۹۷، ۱۹۹، ۴۳۵، ۴۶۵، ۵۲۳، ۵۳۰، ۵۳۸، ۵۴۰، ۵۴۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۶، ۶۵۷، ۶۸۷ جلد دوم، صفحات: ۶۳، ۱۳۱، ۱۴۱، ۱۴۷، ۱۷۵، ۱۷۸، ۱۹۶، ۲۸۷، ۳۰۴، ۳۵۰، ۳۱۴، ۳۱۹، ۳۲۹، ۳۳۵، ۳۷۴، ۳۹۹، ۴۰۶، ۴۱۴، ۴۳۳، ۴۴۰، ۴۵۴، ۴۷۰، ۴۹۴، ۶۷۴، ۶۹۳، ۷۷۳

۶۱۔ ایضاً: ۱ : ۱۹۹ ، ۶۳۳۔۲ : ۳۱

۶۲۔ ایضاً: ۱ : ۱۹۹، ۶۳۳، ۲ : ۳۱ ۔

۶۳۔ ایضاً ۲: ۱۵۳، ۱۵۵۔

۶۴۔ ایضاً، ۲: ۲۵۹ ۔

۶۵۔ فتاویٰ اہلحدیث، ۲: ۴۹۸

۶۶۔ مولانا ابو محمد عبد الستار کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: عبد الوہاب، مکمل نماز، کتب خانہ اشاعت الکتاب و السنۃ، کراچی، ۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰ء

۶۷۔ تفصیل دیکھئے، فتاویٰ ستاریہ، ۱: ۶، ۷۰، ۷۲، ۲: ۶۴، ۴: ۳، ۱۳،۳، ۱۴، ۱۹، ۲۵، ۳۱، ۳۹، ۶۷، ۸۰، ۸۲، ۱۰۷، ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۲۳، ۱۳۳، ۱۵۰، ۱۵۶، ۱۷۴

۶۸۔ تفصیل بالترتیب ملاحظہ ہو:-فاتحہ خلف الامام، ۳: ۱۵۰، ۱۶۰،۴ : ۳۸، ۹۰، ۱۳۱، ۱۵۱، غصہ کی حالت میں طلاق، ۱: ۵۳، ۲: ۶۳ ۳: ۳۱، ۴۲، زوجہ مفقود الخبر ، ۱: ۷۱، ۴: ۹، ۱۷۰، توسل بالاموات، ۲ :۹، ۳ : ۱۳۸، ۱۴۴۔

۶۹۔ تفصیل بالترتیب ملاحظہ ہو: فتاویٰ ستاریہ، ۱: ۱۲۸-۱۳۸، ۱۸۵-۱۹۳، ۲: ۲۵-۵۷، ۱۳۴-۱۴۷، ۳: ۷۳-۸۲، ۹۱-۱۰۲، ۱۰۲-۱۰۷، ۱۱۰-۱۱۶، ۱۱۶ -۱۴۸، ۱۵۲-۱۵۳

۷۰۔ فتاویٰ اہلحدیث، ا: ۲۳

۷۱۔ ایضاً ا: ۲۵ ۔

۷۲۔ ایضاً ا: ۲۵ ۔

۷۳۔ ان کی تصنیفی خدمات کی تفصیل کے لیے دیکھیے: فتاویٰ اہلحدیث ا: ۲۹-۳۰ ۔

۷۴۔ ایضاً، ا: ۲۸ ۔

۷۵۔ ایضاً ا: ۱۷-۱۸ ۔

۷۶۔ مثلاً غائبانہ کے متعلق تفصیلی گفتگو کرنے بعد آخر میں لکھتے ہیں: ''غرض جنازہ غائب کی بابت اس قسم کے اختلافات ہیں میری کسی طرف تسلی نہیں اس لئے میں نہیں پڑھا کرتا۔ ہاں پڑھنے والوں پر کوئی اعتراض نہیں کرتا کیونکہ معاملہ بین بین ہے'' (۲: ۱۲۳)۔

☆ اسی طرح سید مفلس کو زکوٰۃ دینے یا نہ دینے کے بارے تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''اب مجبوری کی وجہ سے جائز ہوسکتی ہے لیکن یہ فتویٰ ایک رائے ہے اس لئے تسلی نہیں'' (۲ : ۱۸۹) ۔

۷۷۔ ایضاً، ا: ۷ ۔

☆ حافظ عبد اللہ روپڑی صاحب ایک جگہ مولانا ثناء اللہ صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں: ''مولوی ثناء اللہ صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں اہلحدیث ہوں لیکن طرز عمل اُن کا اہل حدیث کے خلاف ہے تو پھر اہل حدیث ہونے کا دعویٰ اُن کے منہ سے کس طرح زیبا ہوسکتا ہے..... اب بتلایئے کہ ان کے اہلحدیث ہونے کے دعویٰ میں مقلدین بلکہ متعصبین کے اِس دعویٰ میں کہ ہمارا فرقہ قدیمہ ہے کیا فرق ہے،۔ فتاویٰ اہلحدیث،ا:۵۷،۸۰

۷۸۔ ☆ بے نمازی شخص کے بارے میں فتویٰ دیا ''صحیح یہی ہے کہ بے نمازی کافر ہے'' اسی طرح بے نمازی شخص کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کے بارے میں فتویٰ دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''وہ کافر ہے اور کافر کی نماز جنازہ نہیں ہوتی''، تفصیل ملاحظہ ہو ا: ۳۸۶، ۳۸۸، ۳۹۶، ۳۹۷

☆ '' اگر مقتدی حضور علیہ السلام کا نام سن کر آہستہ سے ﷺ کہہ دے تو اس نماز فاسد نہیں ہوگی'' جلد اول، ص ۴۸۰۔

☆ ''حضرت عبد اللہ ابن مسعود معوذتین کو قرآن کی سورتیں نہیں مانتے''، ا: ۱۰۲

☆ ''نو میل کے سفر میں دوگانہ درست ہے''، ا: ۵۸۵ ۔

☆ ''قرآن مجید دیکھ کر امامت کرانا جائز ہے''، ا: ۴۸۷

☆ ''عورت جمعہ کی نماز الگ امامت کرا سکتی ہے... دلائل طلب کرنا کم علم لوگوں کا کام ہے'' ۲: ۵

☆ ''سود کا روپیہ حرام ہے اور حرام کو حرام رستے پر خرچ کر سکتے ہیں''، ۲: ۱۱۳ ۔

☆ ''حضرت عائشہ صدیقہ احتیاطاً سفر میں پوری نماز پڑھتی تھیں''، ۲: ۴۳۶

۷۹۔ ایضاً، ۲: ۵

۸۰۔ جلد اول، ص: ۳۵۱ ۔ جلد دوم، صفحات: ۱۶۰، ۱۸۸، ۲۱۹، ۲۲۷، ۲۵۸، ۳۰۵، ۳۱۳، ۴۳۶، ۴۱۸، ۴۱۹، ۵۳۰ ۔

☆ جناب روپڑی صاحب نے بیع سلم کے بارے میں فتویٰ دیتے وقت بیع سلم کے جواز کی جن سات شرائط کو ذکر کیا ہے ان کا حوالہ تک نہ دیا حالانکہ یہ وہی شرائط ہیں جن کا ذکر احناف کی معروف فقہ کی کتابوں (قدوری، کنز الدقائق، حدایہ) میں موجود ہے۔ من و عن انہیں شرائط کو بمع عبارات کے نقل تو کر دیا لیکن حوالہ نہیں دیا ۔ تفصیل دیکھئے ، فتاویٰ اہل حدیث ، ۲ : ۲۶۶ ۔

شرائط بیع سلم ملاحظہ ہوں :-

☆ قدوری، ابو الحسین احمد بغدادی، مختصر القدوری، باب السلم، ص ۷۵، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان ۔

☆ نسفی، ابو البرکات عبد اللہ، کنز الدقائق، باب السلم، ص ۲۵۵، میر محمد کتب خانہ کراچی سن ندارد۔

☆ مرغینانی، برہان الدین علی، ہدایہ، باب السلم، ۳: ۶۹، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان، سن ندارد۔

۸۱۔ محمد بن اسماعیل، خطبات سلفیہ ، ص ۳، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور، ۱۹۹۰ء۔

۸۲۔ ایضاً، ص : ۷

۸۳۔ ایضاً، ص : ۳

۸۴۔ ایضاً، ص : ۹

۸۵۔ فتاویٰ سلفیہ، ص : ۴

۸۶۔ ایضاً، ص : ۳۲

۸۷۔ تفصیل ملاحظہ ہو: ایضاً، صفحات: ۵-۲۵، ۴۰-۵۶، ۵۶-۶۳، ۷۵-۹۰، ۹۹-۱۱۲، ۲۱۱-۱۲۸

۸۸۔ عبد السلام بستوی، اسلامی تعلیمات، ص: ۱-۲، نعمانی کتب خانہ اردو بازار، لاہور، ۱۹۹۰ء

۸۹۔ ایضاً، ص، ۲-۴

۹۰۔ ایضاً، ص، ۴، ۶

۹۱۔ ایضاً، ص، ۹

۹۲۔ اسلامی فتاویٰ، ص : ۱۰۱

۹۳۔ ایضاً، ص : ۱۰۱

۹۴۔ ایضاً، صفحات: ۱۰۲-۱۰۶

٩٥۔ اسلامی فتاویٰ، صفحات: ۱۳۲-۱۳۴

٩٦۔ ایضاً، صفحات :۱۱٦۲-۱۸٦ ۔

٩٧۔ ایضاً، صفحات :۱۸٦-۱۹۸

٩٨۔ ایضاً، صفحات:۲٦۰-۲۷۳

٩٩۔ فتاویٰ برکاتیہ ، ص :۲

١٠٠۔ ایضاً، ص، ۴-۵

١٠١۔ ایضاً، ص، ۵

١٠٢۔ ایضاً، صفحات، ۴-۵

١٠٣۔ الاعتصام ''ہفت روزہ'' لاہور، ص ، ۱۸، ۷ جمادی الاولی ۱۴۱۲ھ / ۱۵ نومبر ۱۹۹۱ء

١٠٤۔ فتاویٰ برکاتیہ، ص :۷